میں موجود ہی نہیں۔

اسی طرح مشرکانہ عقائد یا فرضی معبودوں کا نظام موجودہ زمانہ کے ایک تعلیم یافتہ انسان کے لئے پوری طرح مضحکہ خیز بن چکا ہے کیوں کہ وہ جانتا ہے کہ بارش کا برسنا یا فصل کا اگنا اور اس طرح کے دوسرے واقعات تمام تر فطرت کے اصولوں پر مبنی (based) ہیں۔

قدیم توہماتی دور میں شرک کا عقیدہ قابل قبول ہو سکتا تھا۔ مگر اب ترقی یافتہ علم کے زمانہ میں شرک کا پورا ڈھانچہ عقیدہ سے لے کر عمل تک، سراسر بے اصل قرار پا چکا ہے۔ ترقی یافتہ زمانہ میں شرک کا جو حال ہوا اس کی مثال ایسی ہی ہے جیسے کسی اندھیرے کمرے کے بارے میں یہ سمجھ لیا جائے کہ اس کے اندر بڑی بڑی سینگوں والا کوئی خطرناک عفریت بیٹھا ہوا ہے۔ مگر جب کمرہ کو روشن کیا جائے تو معلوم ہو کہ وہاں ایسی کوئی چیز سرے سے موجود ہی نہ تھی۔

سائنس کے ظہور سے پہلے دنیا میں توہماتی خیالات کا غلبہ تھا۔ اس وقت کم فہمی کے تحت لوگ شرک کے فریب میں مبتلا ہو سکتے تھے۔ مگر اب سائنس کی روشنی پھیل جانے کے بعد اس کا امکان ختم ہو گیا ہے کہ شرک دوبارہ لوگوں کے ذہن میں اپنی جگہ بنا سکے۔

تاہم خود توہمات کا ابھی تک خاتمہ نہیں ہوا۔ ذاتی زندگی میں آج بھی ساری دنیا میں کروروں لوگ پراسرار قسم کے توہمات میں یقین رکھتے ہیں۔ اہل علم طبقہ کی بہت بڑی تعداد ایسی ہے جو دیوی دیوتاؤں کو تو نہیں مانتی مگر اب بھی وہ خدائے واحد تک نہیں پہنچی۔ فرق صرف یہ ہے کہ ان کی پچھلی نسلیں اگر دیوی دیوتاؤں میں اٹکی ہوئی تھیں تو اب قانون فطرت کے نام سے انھوں نے ایک اور معبود کو فرض کر لیا ہے اور اس کو اپنے ذہن میں اسی طرح بٹھائے ہوئے ہیں جس طرح قدیم انسان دیوی دیوتاؤں کو بٹھائے ہوئے تھا۔

اس طرح انسانی تاریخ گردش کرتے ہوئے اب ایک ایسے دور میں پہنچ گئی ہے جب کہ پیغمبروں کی تحریک کے راستہ کی تمام رکاوٹیں ختم ہو گئی ہیں۔ آج رد شرک اور اثبات توحید کی

تحریک کو آزادانہ طور پر اور انتہائی موثر انداز میں برپا کیا جا سکتا ہے۔ دور جدید میں سیاسی اور بین اقوامی فضا بھی پوری طرح اس کے موافق ہو چکی ہے۔ تمام علمی دلائل اسی کی تائید کر رہے ہیں۔ حتی کہ یہ کہنا مبالغہ نہ ہوگا کہ آج توحید کی تحریک بلا مقابلہ کامیابی (unopposed victory) حاصل کرنے کی پوزیشن میں پہنچ گئی ہے۔ اس کے راستہ میں اب کسی بھی قسم کی کوئی رکاوٹ حائل نہیں اب ضرورت ہے کہ اہل توحید نئے عزم و حوصلہ کے ساتھ اٹھیں اور دنیا کی تمام قوموں کو نئی طاقت کے ساتھ توحید کی حیات بخش حقیقت سے آشنا کر دیں۔

قدیم زمانہ میں انسانی زندگی میں اور انسانی سماج میں بے شمار برائیاں پیدا ہو گئی تھیں۔ ان کے نتیجہ میں انسان اپنی فطری عظمت سے محروم ہو گیا تھا۔ یہ پیغمبر اسلام اور آپ کے اصحاب کے ذریعہ اٹھائی ہوئی تحریک توحید تھی جس نے دنیا کو اس المناک دور سے نکالا اور انسانیت کو حقیقی معنی میں ترقی کے دور میں داخل کیا۔ انسان پہلی بار ان سعادتوں سے ہمکنار ہوا جو خدا نے اس کے لئے مقدر کی تھیں مگر خود ساختہ توہمات کے نتیجہ میں اس نے اپنے آپ کو ان سے محروم کر رکھا تھا۔ انسانیت تاریکی کے طویل دور سے نکل کر روشنی کے نئے دور میں داخل ہو گئی۔ اب بظاہر مادی ترقیوں کے باوجود انسان دوبارہ مسائل کے اندھیروں میں گرفتار ہو گیا ہے۔ خوشنما تمدن کے اندر وہ حقیقی خوشی اور سکون سے محروم ہے۔ انسان کی فطری عظمت دوبارہ پستیوں کے نئے کھڈ میں جا گری ہے۔

اب ضرورت ہے کہ توحید کی دعوت کو از سر نو نئی طاقت کے ساتھ زندہ کیا جائے۔ ایک طرف اس کے نئے دلائل اور نئے اسلوب کے ذریعہ زیادہ سے زیادہ قابل قبول بنایا جائے اور دوسری طرف جدید ذرائع اشاعت کو استعمال کر کے اس کو ساری دنیا میں پھیلا دیا جائے۔ یہاں تک کہ وہ وقت آجائے جس کو پیغمبر اسلام ﷺ نے اپنی ایک تاریخی گوئی میں اس طرح فرمایا تھا کہ ۔۔۔ ایک وقت آئے گا جب کہ خدا کے دین کا پیغام ساری دنیا میں پھیل جائے گا۔ کوئی گھر یا خیمہ ایسا نہ بچے گا جس کے اندر توحید کا کلمہ پہنچ نہ گیا ہو۔

ایک آزمائش

قرآن کی سورہ نمبر ۲۲ میں ارشاد ہوا ہے کہ۔۔۔اور ہم نے تم سے پہلے جو بھی رسول اور نبی بھیجا تو جب اس نے کچھ پڑھا تو شیطان نے اس کے پڑھنے میں ملا دیا۔ پھر اللہ شیطان کے ڈالے ہوئے کو مٹا دیتا ہے۔ پھر اللہ اپنی آیتوں کو پختہ کر دیتا ہے۔ اور اللہ علم والا، حکمت والا ہے (الحج: ۵۲)

حق کا داعی خواہ وہ پیغمبر ہو یا غیر پیغمبر، اس کے ساتھ ہمیشہ یہ معاملہ پیش آتا ہے کہ جب وہ خدا کی سچی بات کا اعلان کرتا ہے تو معاندین اس کی بات میں طرح طرح کے شوشے نکالتے ہیں تاکہ لوگوں کو اس کی صداقت کے بارے میں مشتبہ کر دیں۔

اس طرح کے شوشے ہمیشہ بے بنیاد ہوتے ہیں۔ جب وہ پیش کئے جاتے ہیں تو داعی کو موقع ملتا ہے کہ وہ ان کی وضاحت کر کے اپنی بات کو اور زیادہ ثابت شدہ بنا دے۔ اس سے مخلص لوگوں کے یقین میں اضافہ ہوتا ہے۔ اس کے بعد خدا کے ساتھ ان کا تعلق اور زیادہ مضبوط ہو جاتا ہے۔ مگر جو لوگ گہری معرفت سے خالی ہوتے ہیں، یہ شوشے ان کے لئے فتنہ بن جاتے ہیں۔ وہ ان کے فریب میں مبتلا ہو کر حق سے دور چلے جاتے ہیں۔

"اللہ ایمان والوں کو ضرور صراط مستقیم دکھاتا ہے" اس کا مطلب دوسرے لفظوں میں یہ ہے کہ جو لوگ فی الواقع ایمان کے معاملہ میں سنجیدہ ہوں وہ کبھی جھوٹے پروپیگنڈوں سے متاثر نہیں ہوتے۔ وہ پر فریب الفاظ سے کبھی دھوکہ نہیں کھاتے۔ ان کا ایمان ان کے لئے ایسا علم بن جاتا ہے جو باتوں کو ان کی گہرائی کے ساتھ جان لے نہ کہ محض باتوں کے ظواہر میں اٹک کر رہ جائے۔

یہ ایک آزمائش ہے۔ حق کی دعوت کے ساتھ ہمیشہ اسی طرح کی آزمائشیں پیش آتی ہیں۔ ایسا اس لئے ہوتا ہے تاکہ مخلص اور غیر مخلص کو ایک دوسرے سے الگ کر دیا جائے۔ تاکہ غیر مخلص بے نقاب ہو جائیں اور جو لوگ مخلص ہیں ان کا اخلاص عملی طور پر ثابت شدہ بن جائے۔

خطرہ کہاں

ایک عربی پرچہ میں ایک مضمون نظر سے گزرا۔ اس کا عنوان تھا : الاقلیات المسلمین تواجه خطر اذوبان ۔ یعنی مسلم اقلیتوں کو اس خطرہ کا سامنا ہے کہ وہ اکثریتی فرقہ میں گھل مل جائیں۔

حدیث میں آیا ہے کہ الاسلام یعلو ولا یعلیٰ (اسلام ہمیشہ غالب رہتا ہے وہ کبھی مغلوب نہیں ہوتا) فتح الباری ۳/۲۶۱۔ یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ جب اسلام کو اللہ تعالیٰ نے غلبہ کی نسبت عطا فرمائی ہے تو اس کے لئے مغلوب ہونے یا جذب ہو جانے کا خطرہ کیوں محسوس کیا جارہا ہے۔

اس کی وجہ بالکل سادہ ہے اور وہ اسلام اور مسلمانوں میں فرق نہ کرنا ہے۔ کوئی مسلم گروہ اپنے زوال کی بنا پر مذکورہ قسم کے خطرے میں مبتلا ہو سکتا ہے۔ لیکن اسلام، ایک ربانی نظریہ کی حیثیت سے اس سے ارفع واعلیٰ ہے کہ اس کو کسی بھی حال میں غیر اسلامی طاقتوں سے مغلوب ہونے یا ان میں جذب ہو جانے کا خطرہ لاحق ہو۔

حقیقت یہ ہے کہ جب بھی مسلمانوں کے لئے یہ خطرہ پیدا ہو کہ وہ کسی غیر مسلم طاقت سے مغلوب ہو جائیں گے یا اس میں جذب ہو جائیں گے تو پیشگی طور پر یہ سمجھنا چاہئے کہ اس کی وجہ خود مسلمانوں کا اسلام میں کمزور ہونا ہے نہ کہ غیر مسلموں کا ان کے مقابلہ میں طاقتور ہو جانا۔

اس لئے جب بھی اس قسم کا خطرہ پیدا ہو تو مصلحین کو چاہئے کہ وہ خود مسلم نسلوں کو دوبارہ اسلام پر اٹھانے کی کوشش کریں۔ وہ ان کے کیس کو قولی کیس کے بجائے اسلام کا کیس بنا دیں۔ اس کے بجائے غیر مسلم طاقتوں کے خلاف قولی یا عملی ہنگامہ آرائی کرنا ایک غیر متعلق فعل ہے جس کا خدا کی اس دنیا میں کوئی فائدہ نکلنے والا نہیں۔

محتاط روش

عن اوس بن شرحبیل انه سمع رسول الله یقول من مشی مع ظالم لیقویه وھو یعلم انه ظالم فقد خرج من الاسلام (مشکاة المصابیح ۳/۱۴۲۰)

اوس بن شرحبیل کہتے ہیں کہ انھوں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ جو شخص ظالم کے ساتھ چلے تاکہ اس کو تقویت حاصل ہو، اور وہ جانتا ہو کہ وہ ظالم ہے، تو ایسا شخص اسلام سے نکل گیا۔

عن ابراھیم بن میسرة قال قال رسول الله ﷺ من وقر صاحب بدعة اعان علی ھدم الاسلام (مشکاة ۱/۶۶) ابراہیم بن میسرہؒ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص بدعت والے کی توقیر کرے تو اس نے اسلام کو منہدم کرنے میں مدد دی۔

کسی آدمی کے برا آدمی ہونے کی ایک صورت یہ ہے کہ وہ براہ راست برائی میں ملوث ہو۔ مثلاً وہ خود برا کام کرے یا برا کام کرنے والے کا باقاعدہ ساتھی بن جائے۔ جو لوگ اس طرح براہ راست انداز میں ملوث ہوں ان کا برا ہونا ایک معلوم اور مسلّم بات ہے۔ تاہم اسلام کی نظر میں صرف وہی شخص برا نہیں ہوتا جو ذاتی طور پر اور براہ راست طور پر برائی میں ملوث ہو۔ اسلام کے نزدیک وہ شخص بھی یکساں طور پر برا ہے جو بالواسطہ انداز میں برائی کے عمل میں ملوث ہوتا ہے۔

اجتماعی زندگی میں آدمی کا ہر عمل یا تو کسی کے موافق ہوتا ہے یا کسی کے مخالف، ہر آدمی اپنے قول و عمل سے ایک روش کی تائید کرتا ہے اور دوسری روش کی تردید، خواہ یہ تائید و تردید براہ راست ہو یا بالواسطہ۔ ایسی حالت میں آدمی کو چاہئے کہ جب بھی وہ کسی معاملہ میں بولے یا کوئی کارروائی کرے تو بولنے یا کرنے سے پہلے یہ سوچے کہ اس کے قول یا عمل کے ذریعہ کس کی حمایت ہوگی اور کس کی مخالفت۔ اور وہی کرے جس سے اہل حق کی حمایت ہوتی ہو۔ ہر حال میں وہ اہل باطل کی حمایت سے اپنے آپ کو محفوظ رکھے حتی کہ بالواسطہ حمایت سے بھی۔

ہر قل کا واقعہ

۲۰ اگست ۶۳۶ کو ایک فیصلہ کن واقعہ ہوا جو تاریخ میں دریاے یرموک کی جنگ (Battle of Yarmuk River) کے نام سے مشہور ہے۔ یرموک ایک دریا کا نام ہے جو شام اور اردن کے درمیان واقع ہے، مذکورہ تاریخ کو یہاں عربوں اور رومیوں کے درمیان جنگ ہوئی۔ عرب فوج کے سردار خالد بن ولید تھے، اور رومی فوج کی قیادت تذارق (THEODOUS) کر رہا تھا جو شہنشاہ ہرقل کا بھائی تھا۔

اس جنگ میں رومی فوج کو مکمل شکست ہوئی۔ خود تذارق قتل کر دیا گیا۔ یہ جنگ اس پورے علاقہ کے لئے فیصلہ کن تھی۔ چنانچہ اس کے بعد پورا شام تقریباً بلا مقابلہ عربوں کے قبضہ میں آگیا۔ یرموک کی شکست کی اس اہمیت سے شہنشاہ ہرقل بخوبی واقف تھا جو اس وقت حمص (شام) میں تھا۔ اس کے بعد وہ حمص سے روانہ ہو گیا۔ مورخ بلاذری کی روایت کے مطابق، اس وقت اس کی زبان پر یہ کلمہ تھا: سلام علیک یا سوریا، سلاما لا لقا بعدہ (اے شام، تجھ کو آخری سلام، اب تجھ سے میری ملاقات نہیں ہوگی) ہر چیز جو انسان کو ملی ہوئی ہے وہ آخر کار اس کا ساتھ چھوڑنے والی ہے۔ موت سے پہلے یا موت کے وقت۔ مگر انسان آخر وقت تک چیز کو اپنی چیز سمجھتا ہے۔ وہ سوچ نہیں پاتا کہ کوئی چیز اس کی اپنی نہیں۔ ہر چیز خدا کی چیز ہے۔ وہ جب تک چاہے کسی کے پاس رکھے، اور جب چاہے چھین لے۔

آدمی جو کلمہ ملک چھن جانے کے بعد کہتا ہے، اگر وہی کلمہ وہ ملک چھننے سے پہلے کہے تو وہ اس کے نامۂ اعمال میں ایک قیمتی عمل کے طور پر لکھا جائے۔ مگر آدمی اس حقیقت شناسی کا ثبوت نہیں دیتا۔ ہر آدمی چھننے کے بعد کہتا ہے نہ کہ چھننے سے پہلے۔ اور چھننے کے بعد کہنا کسی کے کچھ کام آنے والا نہیں۔

حضرت لبیدؓ

لبید بن ربیعہ بن مالک العامری (م ۱۴۱ھ) قدیم عرب کے ایک مشہور شاعر تھے۔ ان کا شمار اصحاب المعلقات میں سے ہوتا ہے۔ ہجرت کے بعد انھوں نے اسلام قبول کیا۔ اس کے بعد انھوں نے شاعری چھوڑ دی۔ کہا جاتا ہے کہ قبول اسلام کے بعد انھوں نے صرف ایک شعر کہا تھا جو یہ ہے۔

ما عاتب المرء الكريم كنفسه   والمرء يصلحه الجليس الصالح

عمر فاروقؓ نے اپنی خلافت کے زمانہ میں ایک بار حضرت لبید سے کہا کہ اپنے کچھ اشعار سنائیے۔ حضرت لبیدؓ نے جواب دیا کہ اللہ نے جب مجھ کو بقرہ اور آل عمران جیسی سورتوں کی تعلیم دی تو اس کے بعد میرے لئے مناسب نہیں کہ میں شعر کہوں (**ما كنت لأقول شعرا فد ان علمني الله البقرة وآل عمران**) **ابن عبد البر ، الاستيعاب**

حضرت لبید نے اپنے شعر میں جو بات کہی ہے وہ یہ ہے کہ شریف آدمی احتساب غیر کے بجائے احتساب خویش کے معاملے میں زیادہ حساس ہوتا ہے۔ وہ دوسروں کی غلطی پر گرفت کرتے ہوئے نرمی کا انداز اختیار کرتا ہے مگر جب معاملہ خود اپنی غلطی کا ہو تو وہ اس کے لئے بے رحم محاسب بن جاتا ہے۔

شعر کے دوسرے مصرع میں انھوں نے صحبت کی اہمیت بتائی ہے۔ آدمی اگر زیادہ دیر تک برے کی صحبت اختیار کرے تو اندیشہ ہے کہ وہ بھی برا بن جائے۔ اس کے مقابلہ میں جب آدمی اچھے انسان کی صحبت اختیار کرتا ہے تو اس کی صحبت کے اثر سے وہ بھی ایک اچھا آدمی بن جاتا ہے۔ حضرت لبیدؓ نے خلیفہ دوم سے جو بات کہی وہ بظاہر قرآن کے مقابلہ میں ہے مگر وسیع تر معنی میں اس کا تعلق دوسری حقیقتوں سے بھی ہے۔ اور وسیع تر انطباق کے لحاظ سے ہر حق کے مقابلہ میں اپنی زبان بند کر لینے سے۔

سنت الٰہی

پیغمبر اسلام ﷺ نے جب اپنی دعوت حق کا آغاز فرمایا تو وہ تمام لوگ آپ کے مخالف ہو گئے جن کے اوپر اس کی زد پڑتی تھی، جن کے مفادات اس سے مجروح ہو رہے تھے۔ چونکہ یہ لوگ دلائل کے ذریعہ آپ کی دعوت کا توڑ نہیں کر سکتے تھے، انھوں نے یہ تدبیر کی کہ آپ کے خلاف جھوٹا پروپیگنڈا کرنا شروع کر دیا۔ اس صورت حال کا ذکر قرآن میں اس طرح کیا گیا ہے

---اور انکار کرنے والوں نے کہا کہ اس قرآن کو نہ سنو اور اس میں خلل ڈالو، شاید کہ تم غالب رہو۔ (حٰم السجدہ ۲۶)

اس آیت کی تشریح میں مولانا شبیر احمد عثمانی نے اپنی تفسیر میں لکھا ہے: قرآن کریم کی آواز بجلی کی طرح سننے والوں کے دلوں میں اثر کرتی تھی۔ جو سنتا فریفتہ ہو جاتا۔ اس سے روکنے کی تدبیر منکروں نے یہ نکالی کہ جب قرآن پڑھا جائے، ادھر کان مت دھرو اور اس طرح ہماری بک بک سے قرآن کی آواز دب جائے گی۔ آج بھی جاہلوں کو ایسی ہی تدبیریں سوجھا کرتی ہیں کہ کام کی بات کو شور مچا کر سننے نہ دیا جائے۔ لیکن صداقت کی کڑک مچھروں اور مکھیوں کی بھنبھناہٹ سے کہاں مغلوب ہو سکتی ہے۔ ان سب تدبیروں کے باوجود حق کی آواز قلوب کی گہرائیوں تک پہنچ کر رہتی ہے (تفسیر عثمانی ۶۲۱)

پیغمبر اسلام ﷺ کے خلاف جھوٹے پروپیگنڈے کی جو مہم چلائی گئی تھی اس کی بہت سی مثالیں حدیث اور سیرت کی کتابوں میں موجود ہیں۔ ان میں سے ایک مثال یہ ہے کہ جب قرآن کی سورہ النجم اتری تو آپ نے اس کو ایک ایسے مخلوط مجمع میں سنایا جہاں مسلمانوں کے ساتھ مشرک لوگ بھی موجود تھے۔ اس کو سناتے ہوئے آپ نے یہ آیتیں پڑھیں: افرءيتم اللّٰت والعزى. ومنوٰة الثالثة الاخرىٰ (النجم ۱۹-۲۰)

جیسے ہی آپ نے یہ آیتیں پڑھیں حاضرین میں سے ایک مشرک نے اس میں اپنی

طرف سے یہ الفاظ ملادیئے جو وہ جاہلی روایت کے تحت ان بتوں کے بارے میں پڑھا کرتے تھے:
تلك الغرانيق العلى ، وان شفاعتهن لترتجى (یہ بڑی ہستیاں ہیں اور ان کی شفاعت کی قبولیت کی پوری امید ہے) تفسیر ابن کثیر ۲۲۹/۳

اس واقعہ کے بعد مخالفوں کی پروپیگنڈا مشین تیزی سے حرکت میں آگئی۔ انھوں نے مجمع کے اندر ایک مشرک کی زبان سے نکلے ہوئے الفاظ کو پیغمبر اسلام کی طرف منسوب کر کے یہ کہنا شروع کیا کہ دیکھو، اب تو محمدؐ نے بھی بتوں کی عظمت کو مان لیا۔ وہ بھی مشرکین کی بات کو دہرانے لگے (اس واقعہ کی تفصیل تفسیر کی کتابوں میں دیکھی جاسکتی ہے)

یہ صرف کوئی ایک واقعہ نہیں، اس قسم کا معاملہ ہر دور میں اور ہر داعیٔ حق کے ساتھ پیش آتا ہے۔ حق کی دعوت جب بھی اٹھتی ہے وہ مضبوط دلائل پر قائم ہوتی ہے۔ وہ انسانی فطرت کو اپیل کرتی ہے۔ لوگ تیزی سے اس کی طرف مائل ہونے لگتے ہیں۔ یہ صورت حال ان لوگوں کے لئے خطرہ بن جاتی ہے جو غیر حق کو حق بتا کر اپنی قیادت قائم کیے ہوئے ہوتے ہیں۔ جو دین کو دنیا کمانے کا ذریعہ بنالیتے ہیں۔ ایسے لوگوں کا حال ہمیشہ یہی ہوتا ہے کہ وہ دلائل کا مقابلہ دلائل سے کرنے میں اپنے کو عاجز محسوس کرتے ہیں۔ چنانچہ وہ دلائل کا مقابلہ جھوٹے پروپیگنڈوں سے کرنے کے لئے حرکت میں آجاتے ہیں۔

پیغمبروں کے ساتھ اور اسی طرح حق کے داعیوں کے ساتھ بدنام کرنے کا یہ جو معاملہ پیش آتا ہے وہ کوئی اتفاقی واقعہ نہیں۔ اس کے پیچھے اللہ تعالیٰ کی گہری مصلحت شامل ہے۔ ایسا اس لئے ہوتا ہے تاکہ لوگوں کو آزمایا جائے۔ اس طرح وہ لوگ الگ ہوجاتے ہیں جو اپنی خدا ترسی اور معرفت حق کی بنا پر اس میں کامیاب رہتے ہیں کہ وہ حقیقی دلیل اور جھوٹے پروپیگنڈے میں فرق کرسکیں۔ وہ جھوٹے پروپیگنڈوں کو نظر انداز کر کے حق کے ساتھ اپنی وابستگی کو اور زیادہ مضبوط بنالیں۔

دوسری طرف حق کے مخالفین کی اسی مہم کے درمیان وہ لوگ کھل کر سامنے آجاتے ہیں جو بظاہر حق پرست بنے ہوئے تھے۔ لیکن ان کے اندر حقیقی معنوں میں نہ خدا کا خوف تھا اور نہ ایمان کی سچی روشنی۔ ایسے لوگ اپنے اندھے پن کی بنا پر دلیل اور غیر دلیل میں فرق نہیں کرپاتے۔ وہ جھوٹے الفاظ کو دلیل سمجھ کر ان سے متاثر ہو جاتے ہیں اور داعیان حق کے بارے میں شبہات میں پڑ جاتے ہیں۔ اس طرح وہ حق کی دعوت کو تو کوئی نقصان نہیں پہنچاتے، البتہ خود اپنی حقیقت کو وہ پوری طرح بے نقاب کر دیتے ہیں۔

یہی وہ خدائی قانون ہے جو قرآن کی ان آیتوں میں پیغمبر کے حوالے سے بیان کیا گیا ہے: اور ہم نے تم سے پہلے جو بھی رسول اور نبی بھیجا تو جب اس نے کچھ پڑھا تو شیطان نے اس کے پڑھنے میں ملا دیا۔ پھر اللہ شیطان کے ڈالے ہوئے کو مٹا دیتا ہے۔ پھر اللہ اپنی آیتوں کو پختہ کر دیتا ہے۔ اور اللہ علم والا، حکمت والا ہے۔ تاکہ جو کچھ شیطان نے ملایا ہے اس سے وہ ان لوگوں کو جانچے جن کے دلوں میں روگ ہے اور جن کے دل سخت ہیں۔ اور ظالم لوگ مخالفت میں بہت دور نکل گئے ہیں۔ اور تاکہ وہ لوگ جن کو علم ملا ہے جان لیں کہ یہ فی الواقع تیرے رب کی طرف سے ہے۔ پھر وہ اس پر یقین لائیں۔ اور ان کے دل اس کے آگے جھک جائیں۔ اور اللہ ایمان لانے والوں کو ضرور سیدھا راستہ دکھاتا ہے (الحج ۵۲۔۵۴)

خدا کا مطلوب مومن وہ ہے جو خدا کی قائم کی ہوئی ایمانی کسوٹی پر پورا اترے۔ وہ کسوٹی یہ ہے کہ مخالف حالات میں وہ اپنے آپ کو صاحب ایمان ثابت کرے۔ شبہات کا طوفان بھی اس کے یقین کو متزلزل نہ کر سکے۔ ہر قسم کے ناموافق اسباب کے باوجود وہ حق کو پہچان لے اور اپنے آپ کو اس کے ساتھ وابستہ کر دے۔

ہندتو: حقیقت یا افسانہ

خطرے دو قسم کے ہوتے ہیں۔ ایک حقیقی خطرہ، اور دوسرا فرضی خطرہ۔ اگر حقیقی خطرہ درپیش ہو تو اس کا حل یہ ہے کہ آدمی اس کی نوعیت کو سمجھے اور اس کے مطابق بچاؤ کی ضروری تدبیر کرے۔ لیکن اگر خطرہ محض فرضی ہو تو مسئلہ بالکل بدل جاتا ہے۔ اب اس سے بچاؤ کی تدبیر صرف یہ ہوتی ہے کہ اس کو سادہ طور پر نظر انداز کر دیا جائے۔ فرضی خطرہ کو نظر انداز کر دینا ہی اس سے بچاؤ کی سب سے زیادہ کامیاب تدبیر ہے۔

ہندتو کا خطرہ راقم الحروف کے نزدیک محض فرضی خطرہ ہے، وہ کبھی واقعہ بننے والا نہیں۔ ایسی حالت میں اس کے لیے پریشان ہونے کی کیا ضرورت۔

یہ صحیح ہے کہ آج کل ہندتو کا کافی چرچا ہے۔ کچھ لوگ یہ کہنے لگے ہیں کہ مستقبل کا انڈیا ہندتو کی بنیاد پر تشکیل دیا جائے گا۔ مگر جہاں تک میرا مطالعہ ہے، خود ہندتو کے علم برداروں کے ذہن میں اس کا کوئی واضح نقشہ موجود نہیں ہے۔ اور جس چیز کا نقشہ ہی اب تک واضح طور پر متعین نہ ہوا ہو، وہ انڈیا کے مستقبل کی تشکیل کرنے والا کس طرح بنے گا۔

مسٹر لال کرشن آڈوانی کے الفاظ میں، ہندتو سے مراد کلچرل نیشنلزم (cultural nationalism) ہے۔ یعنی کلچر پر مبنی قومیت۔ وہ کون سا کلچر ہوگا جس پر یہ قومیت تشکیل دی جائے گی۔ اس کا جواب مسٹر جے دوباشی کے الفاظ میں یہ ہے کہ انڈیا میں قومی تشخص صرف ہندو ہی ہو سکتا ہے:

In India, the national identity can only be Hindu. (The Illustrated Weekly of India, March 12, 1993)

اسی کے ساتھ مسٹر گری لال جین کے الفاظ ملا لیجئے تو بات مکمل ہو جائے گی۔ ٹائمس آف انڈیا (۱۱ مارچ ۱۹۹۳) میں خاص اسی موضوع پر مسٹر جین کا ایک مضمون چھپا ہے۔ اس کا عنوان ہے:

Apartheid in reverse — Dangers of minorityism

مضمون نگار کے نزدیک انڈیا کے مسلمانوں کے مسئلہ کا حل یہ ہے کہ وہ اکثریتی فرقہ کے کلچر کو اختیار کر لیں۔ وہ لکھتے ہیں کہ انڈیا کوئی انسانی چڑیا خانہ نہیں ہے جس میں مختلف انسانی انواع

ایک مقام پر الگ الگ خانوں میں رکھ دی گئی ہوں اور ان کو ایک نہ کیا جا سکتا ہو۔ انڈیا ممتاز طور پر اور ہزاروں سال سے ایک یکساں کلچر کا ملک ہے اگرچہ وہ یک سنگی نہیں :

> India is not a human zoo with different species of humanity put together in one physical location in separate enclosures and it cannot be turned into one. It embodies a remarkably homogenous, though not monolithic, culture going back thousands of years. (p.8)

غیر ہندو فرقے اگر ہندتو کے علم برداروں کے اس مطالبہ کو بلا بحث مان لیں تب بھی اصل مسئلہ ختم نہیں ہوتا۔ کیوں کہ یکساں کلچر کو اختیار کرنے کے لیے اس کا ایک ماڈل ہونا ضروری ہے۔ حالاں کہ ایسا کوئی ماڈل سرے سے ملک کے اندر موجود ہی نہیں۔ اور جب ماڈل موجود نہ ہو تو اس کی پیروی کس طرح کی جائے گی۔

وہ چیز جس کو یہ حضرات ہندو کلچر یا بھارتی کلچر کہتے ہیں، وہ بروقت کسی ایک چیز کا نام نہیں ہے۔ اس میں بیک وقت بے شمار خدا ہیں۔ بابری مسجد کو ڈھانے والے بھارتی کلچر کے نمائندوں نے پُرفخر طور پر اجودھیا میں یہ نعرہ لگایا تھا کہ : ایک طرف ۳۳ کرور، ایک طرف ایک اللہ۔ اسی طرح ہندوؤں میں زبان، کھانا، کپڑا، رہن سہن، ہر چیز میں اختلاف ہے۔ حتیٰ کہ ایک ہندو مبصر کے الفاظ میں، اس ملک میں جتنے ہندو ہیں، اتنی ہی ان کی قسمیں ہیں۔

جب ہندو کی اتنی زیادہ قسمیں ہیں تو سوال یہ ہے کہ وہ کون ہندو ہے جس کو پیروی کے لیے ماڈل سمجھا جائے۔ کیا وہ ہندو جو کوٹ اور پتلون پہنتا ہے یا وہ ہندو جو دھوتی اور کرتا پہنتا ہے۔ وہ ہندو جو مورتی پوجا کرتا ہے یا وہ ہندو جو مورتی پوجا کا کھنڈن کرتا ہے۔ وہ ہندو جو آستک ہے یا وہ ہندو جو ناستک ہے۔ وہ ہندو جو رامائن اور مہابھارت کو تاریخ کہتا ہے یا وہ ہندو جو رامائن اور مہابھارت کو افسانہ (متھ) سمجھتا ہے۔ وہ ہندو جو شاکاہاری ہے یا وہ ہندو جو نسا ہاری ہے۔ وہ ہندو جو ہندوازم کو مذہب بتاتا ہے یا وہ ہندو جو ہندوازم کو فلاسفی قرار دیتا ہے۔ وہ ہندو جو رام کو ہیرو مانتا ہے یا وہ ہندو جو راون کو ہیرو سمجھتا ہے۔ وہ ہندو جو اونچ ذات اور نیچ ذات میں یقین رکھتا ہے یا وہ ہندو جو ان باتوں کو ماننے سے انکار کرتا ہے۔

اس قسم کے بے شمار فرق ہیں جو ایک ہندو اور دوسرے ہندو کے درمیان پائے جاتے ہیں۔

اب سوال یہ ہے کہ ان میں سے کون سا ہندو ہے جو ہندو ازم یا ہندو کلچر کے لیے ماڈل کی حیثیت رکھتا ہے۔ ایسی حالت میں "ہندتو" کے علم برداروں کو پہلے خود ہندوؤں کے اوپر اپنا بلڈوزر چلا کر انھیں ایک کلچر یا یکساں کلچر کا نمونہ بنانا ہوگا۔ اس کے بعد ہی وہ غیر ہندو فرقوں سے یہ مانگ سکتے ہیں۔ کہ وہ اس "ماڈل ہندو" کی پیروی کریں۔

اگر یہ حضرات سنجیدگی کے ساتھ غور کریں تو انھیں معلوم ہوگا کہ ان اختلافات کو بلڈوز کر کے ہندتو کا کوئی ایک ماڈل بنانا قابل عمل نہیں، اس لئے ہندتو کی بنیاد پر ملک کی تعمیر بھی یقینی طور پر قابل عمل نہیں۔ یہ صورت حال بتاتی ہے کہ ہندو سوسائٹی میں اختلافات اتنے زیادہ بنیادی ہیں جو کبھی ختم ہونے والے نہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ موجودہ حالت میں مسٹر گری لال جین کے الفاظ خود ہندو فرقہ پر زیادہ بڑے پیمانہ پر صادق آتے ہیں۔ ہندو فرقہ خود ایک بہت بڑا ہیومن زو ہے۔ اپنے موجودہ تنوعات کے ساتھ ہندو فرقہ کے لیے یکساں کلچر کا نمونہ بنا ممکن نہیں۔ وہ تنوع کلچر (composite culture) کا ماڈل یقیناً ہے مگر وہ یکساں کلچر کا ماڈل ہرگز نہیں۔

ہندتو کی اس کمزوری کا اعتراف خود ہندتو کے علم برداروں کو بھی کرنا پڑا ہے۔ چنانچہ وہ یہ کہنے پر مجبور ہوئے ہیں کہ ہندو کی مشترک تعریف کے لیے کوئی واضح بنیاد موجودہ حالت میں موجود نہیں۔ کیوں کہ وہ دیکھتے ہیں کہ ایک ہندو عمومی اعتبار سے، سب سے پہلے ایک ذات سے تعلق رکھتا ہے، اس کے بعد ہی وہ ہندو برادری کا حصہ بنتا ہے :

A Hindu, generally speaking, belongs to a caste before he belongs to the Hindu fraternity.

مسٹر گری لال جین (۱۹۹۳-۱۹۲۲) نے اپنے ایک مفصل مضمون میں لکھا تھا کہ ہندو قومیت کی دو قسمیں ہیں، منفی اور مثبت۔ منفی ہندو قومیت درجات کے فرق کے ساتھ محض مسلم مخالف جذبہ پر قائم ہے۔ مثبت ہندو قومیت کا تعلق ایک ہندو تشخص کے لیے اپیل کرنے پر ہے۔ مگر چوں کہ یہ تشخص ہندوؤں کے درمیان داخلی یکسانیت نہ ہونے کی وجہ سے غیر واقعی ہے اس لیے مثبت ہندو قومیت وجود میں آنے کے قابل نہیں۔ اس طرح جو چیز ممکن ہے وہ مطلوب نہیں اور جو چیز مطلوب ہے وہ ممکن نہیں :

There are two types of Hindu communalism: negative and positive. Negative Hindu communalism consists in being merely anti-Muslim in varying degrees: positive Hindu communalism consists in appealing in the name of a Hindu identity. But since this identity is very shadowy due to Hindu's lack of internal homogeneity, positive Hindu communalism is not viable. Thus what is possible is not desirable and what is desirable is not possible. (The Times of India, New Delhi, July 4, 1987)

اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ ہند تو خود اپنے اندرونی مسائل میں اتنا زیادہ مشغول ہے کہ اس کے لیے بیرونی خطرہ بننا تقریباً ناممکن ہے۔ ہند تو بیرونی خطرہ صرف اس وقت بن سکتا ہے جب کہ مسلمان جوش اور ہنگامہ والی سیاست سے اس کو اینٹی مسلم احساس پر کھڑے ہونے کا موقع دے دیں۔ اگر مسلمان ٹکراؤ سے اعراض کی پالیسی اختیار کرلیں تو ہند تو اپنے قیام کی واحد بنیاد سے محروم ہو جائے گا۔ اس کے بعد اس کا جو انجام ہوگا اس کو لفظوں میں بتانے کی ضرورت نہیں۔

زندگی کا ایک محکم اصول یہ ہے کہ اگر کچھ لوگ ایک بے معنی نعرہ لگا رہے ہوں تو ہمیں چاہیے کہ ہم ان نعروں کو نظر انداز کرکے یہ دیکھیں کہ تاریخ کی طاقتیں کس طرف جا رہی ہیں۔ کیوں کہ زندگی میں بالآخر جو چیز باقی رہتی ہے وہ تاریخ کی طاقتیں ہیں نہ کہ کچھ غیر سنجیدہ لوگوں کے بولے ہوئے الفاظ۔

اس سلسلہ میں میں امریکہ اور کناڈا کی مثال دوں گا۔ ان ملکوں میں بھی، انڈیا کی طرح، مختلف کلچر پائے جاتے ہیں۔ دوسری عالمی جنگ کے بعد وہاں کچھ انتہا پسند لیڈر اٹھے۔ انھوں نے مختلف کلچر کو ختم کرکے ایک کلچر بنانے کی تحریک چلائی۔ اس تحریک کو عام طور پر یونی کلچرلزم (uniculturalism) کہا جاتا ہے۔ مگر یہ تحریک کامیاب نہ ہو سکی۔ آخر کار انھیں ماننا پڑا کہ ان کے ملک کے لیے قابل عمل چیز صرف متنوع کلچریت (multiculturalism) ہے نہ کہ واحد کلچر۔

یہی واقعہ یقینی طور پر انڈیا میں بھی ہونے والا ہے۔ واحد کلچر کا نعرہ لگانے والے یہاں ناکام ہو کر رہ جائیں گے اور آخر کار جو چیز باقی رہے گی وہ مختلف اور متنوع کلچر کا اصول ہے جو ہزاروں سال سے اس ملک میں موجود تھا اور آج بھی وہ پوری طرح موجود ہے۔ یہی تاریخ کا فیصلہ ہے۔

نئی دہلی میں ۲۵ جولائی ۱۹۹۳ کو ایک میٹنگ تھی۔ اس کی رپورٹ ٹائمس آف انڈیا ۲۶ جولائی میں چھپ چکی ہے۔ یہاں مختلف ہندو دانش وروں نے تقریریں کیں۔ ٹائمس آف انڈیا کے ایڈیٹر

دلیپ پیڈگاؤنکر (Dileep Padgaonkar) نے تقریر کرتے ہوئے کہا کہ اس دنیا میں ہر آدمی کی مختلف حیثیت ہوتی ہے۔ آپ اس قانون قدرت کو بدل نہیں سکتے۔ اس معاملہ میں ہمیں تنگ نظری کے بجائے وسعت نظری کا طریقہ اختیار کرنا چاہیے۔

انھوں نے کہا کہ میں مہاراشٹر میں پیدا ہوا۔ اب میں دہلی میں رہتا ہوں۔ وطن، زبان، مذہب، تہذیب، تعلیم ہر لحاظ سے میری مختلف حیثیتیں ہیں۔ اسی طرح تاریخ کے اعتبار سے میری مختلف حیثیت ہے۔ میری زندگی میں قدیم بھارتی عہد کا حصہ ہے۔ پھر میری زندگی پر مسلمانوں کے ہزار سالہ عہد کی چھاپ ہے۔ اس کے بعد برٹش عہد آیا۔ اس نے بھی میری زندگی پر اثرات ڈالے۔ اب میں آزاد انڈیا کا ایک فرد ہوں۔ یہ ساری چیزیں میری زندگی کا حصہ ہیں۔ ان میں سے کسی کو بھی میں اپنے سے الگ نہیں کر سکتا۔

اس قسم کی تفصیلات بتاتے ہوئے انھوں نے مشہور انگلش رائٹر والٹ وھٹمین (Walt Whitman) کا قول دہرایا اور کہا کہ ہمیں ان تمام تضادات کے ساتھ جینا ہے۔ میں اتنا زیادہ وسیع ہوں کہ ان تمام تضادات کو اپنی زندگی میں سمو سکوں:

We all have to live with our contradictions. I am large enough to contain all these contradictions.

والٹ وھٹمین (۱۸۹۲-۱۸۱۹) کا یہ قول زندگی کی ایک حقیقت کو بتاتا ہے۔ انسان تضادات کا مجموعہ ہے اور تضادات سے نباہ کرکے ہی وہ کامیاب ہو سکتا ہے۔

انڈین کلچر اور انڈین ہسٹری کے مشہور عالم پنڈت بی این پانڈے (۸۸ سال) کا ایک انٹرویو ٹائمس آف انڈیا (۲۲ اگست ۱۹۹۳) میں چھپا ہے۔ ان سے یہ انٹرویو مسٹر ایس کالی داس نے لیا ہے۔ ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے انھوں نے کہا کہ مشکل یہ ہے کہ آج کا ہندو ہمارے دھرم کی مقدس کتابوں سے بہت کم مناسبت رکھتا ہے۔ اتھروید میں ہے کہ یہ دیش کئی مذہبوں، کئی نسلوں، کئی ذاتوں، کئی زبانوں کا دیش ہے۔ اس کے اندر مزید یہ کہا گیا ہے کہ اس دیش کو مل کر رہنے کے لیے ایک اصول کو مان لینا چاہیے۔ وہ یہ کہ یہ سرزمین ہماری مادر وطن ہے اور ہم سب اس کی سنتان ہیں۔ اس طرح پانچ ہزار سال پہلے ہم اس اصول پر متفق ہو چکے ہیں کہ اس دیس میں زبان، عقیدہ اور کلچر کے اختلاف کے باوجود ہم پُرامن طور پر ایک دوسرے کے ساتھ رہیں گے:

The trouble is that today's Hindutva has little in common with the Dharma of our scriptures. The Atharva Veda says: "This is a country of many religions, many ethnicities, many castes, many languages." It further says that to co-exist the people of this country must agree on one principle: "This land is our mother and all of us are her progeny." So even 5000 years ago we had agreed on the principles of peaceful co-existence in a clime of diversity in language, creed and culture.

انڈین کلچر کے بارہ میں یہی صحیح نقطۂ نظر ہے اور آخر کار ہمارے ملک میں یہی باقی رہنے والا ہے. انڈیا ماضی میں ملٹی کلچر کا ملک تھا، حال میں وہ ملٹی کلچر کا ملک ہے، اور مستقبل میں بھی وہ ملٹی کلچر کا ملک رہے گا۔ یہی تاریخ کا فیصلہ ہے۔ یہی عقل کا تقاضا ہے، اور اسی میں ملک کی ترقی کا راز چھپا ہوا ہے۔ اس کے سوا جو کچھ ہے وہ صرف نعرہ بازی ہے، نہ کہ کوئی واقعی نظریہ یا کوئی حقیقی سیاست۔

نئی کتابیں

مطالعۂ سیرت	قال اللہ و قال الرسول
اسباق تاریخ	اسلام ایک تعارف

توحید۔انسانیت کی منزل

زیر نظر شمارہ فروری ۱۹۹۹ میں ایک مضمون اس عنوان کے تحت شامل ہے "توحید انسانیت کی منزل" اس مضمون کو ۱۶ صفحات کے پمفلٹ کی صورت میں الگ سے شائع کیا جا رہا ہے۔ اس کی قیمت فی کاپی 4.00 روپیہ ہوگی۔ اس پمفلٹ کو زیادہ سے زیادہ پھیلانے کی ضرورت ہے۔ جو لوگ مفت تقسیم کے لئے بڑی تعداد میں منگائیں ان کو خصوصی رعایت دی جائے گی۔

شیطان کا فریب

مدنی دور کا ایک واقعہ حدیث کی مختلف کتابوں میں آیا ہے۔ رسول اللہ ﷺ ایک بار رات کے وقت مسجد سے گھر جارہے تھے۔ آپ کے ساتھ ایک خاتون تھیں۔ راستہ میں آپ کی ملاقات انصار کے دو مسلمانوں سے ہوئی۔ آپ نے انھیں بلایا اور کہا کہ یہ میری بیوی صفیہ ہیں۔ ان دونوں آدمیوں نے کہا کہ سبحان اللہ (کیا آپ کے بارے میں ہمیں شک ہو سکتا ہے) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ شیطان آدمی کے اندر خون کی گردش کی طرح دوڑتا ہے (فتح الباری بشرح صحیح البخاری ۴ / ۳۳۰)

حقیقت یہ ہے کہ انسان بہت جلد شبہ میں پڑجاتا ہے۔ وہ کسی کے بارے میں کچھ سنتا یا دیکھتا ہے تو شیطان اس میں آمیزش کرکے اس کو غلط رخ دے دیتا ہے۔ وہ ایک سادہ واقعہ کو قابل اعتراض واقعہ بنادیتا ہے۔ کسی کے بارے میں اس قسم کی غلط فہمی بلاشبہ سخت گناہ ہے۔

اس گناہ سے بچنے کا حل یہ ہے کہ چیزوں کو ان کی ظاہری صورت (face value) پر نہ لیا جائے۔ اکثر حالات میں ایسا ہوتا ہے کہ کوئی بات یا کوئی واقعہ اپنی ظاہری صورت میں جیسا معلوم ہوتا ہے، اپنی اصل حقیقت کے اعتبار سے وہ اس سے بالکل مختلف ہوتا ہے۔ مثلاً مذکورہ واقعہ کو سادہ طور پر دیکھ کر ایک شخص یہ سوچ سکتا تھا کہ رسول اللہ رات کے وقت ایک اجنبی خاتون کے ساتھ ہیں۔ حالانکہ اصل حقیقت یہ تھی کہ آپ اس وقت اپنی اہلیہ محترمہ کے ساتھ تھے۔

آدمی کو چاہئے کہ وہ رائے قائم کرنے میں کبھی جلدی نہ کرے۔ کسی دیکھی یا سنی ہوئی بات کے بارے میں وہ اس وقت تک ہرگز کوئی رائے قائم نہ کرے جب تک تمام متعلقہ پہلوؤں سے وہ اس کی تحقیق نہ کرلے۔ اکثر بری رائے غلط فہمی پر مبنی ہوتی ہے اور اکثر غلط فہمی صرف شیطان کا فریب ہوتی ہے نہ کہ کوئی واقعی حقیقت۔

تصویر کا فتنہ

ایک مسلمان کی تصویر ایک کٹر ہندی اخبار میں چھپی۔ یہ اخبار مسلم دشمنی کے لئے مشہور ہے۔ اس تصویر کو لے کر کچھ مسلم نوجوان ایک مشہور دینی مدرسہ کے علماء کے پاس گئے۔ انھوں نے کہا کہ یہ تصویر ہمارے نزدیک قابل اعتراض ہے۔ آپ اس کے خلاف سخت فتویٰ دیجئے۔ مذکورہ علماء نے اس قسم کا فتویٰ دینے سے انکار کر دیا۔ انہوں نے کہا کہ فتویٰ کسی ثابت شدہ فعل پر دیا جاتا ہے۔ اور کسی اخبار میں چھپی ہوئی تصویر کسی کے خلاف کوئی ثبوت نہیں۔

علماء کا یہ جواب بلاشبہ شریعت کے عین مطابق تھا۔ یہ ایک حقیقت ہے کہ کسی ثابت شدہ فعل ہی پر کسی کے خلاف کوئی شرعی حکم لگایا جاسکتا ہے۔ اور تصویر سے یقینی طور پر کسی کے خلاف کوئی بات ثابت نہیں ہوتی۔

موجودہ زمانہ کیمرہ اور اخبار کا زمانہ ہے۔ کیمرہ کے ذریعہ ہر قسم کی تصویر لی جاسکتی ہے۔ مثلاً ایک شہر کا واقعہ ہے۔ کچھ مسلمان ایک جلوس کے ساتھ جا رہے تھے۔ ان کے ساتھ ایک مقامی مسلمان لیڈر بھی تھے۔ سڑک پر ایک جگہ انھیں اپنے جوتے کا فیتہ کسنے کے لئے رکنا پڑا۔ اتفاق سے اس کے قریب ایک چھوٹا سا مندر تھا جہاں ایک بت نصب تھا۔ مذکورہ لیڈر جس وقت جوتے کا فیتہ کسنے کے لئے جھکے ہوئے تھے عین اسی وقت ایک کیمرہ والے نے بت کا اینگل لے کر ان کا فوٹو لے لیا۔ اگلے دن ایک لوکل اخبار میں یہ فوٹو ان الفاظ کے ساتھ چھپا کہ ۔۔۔ فلاں مسلمان لیڈر ایک بت کے آگے جھکے ہوئے۔

اس قسم کی تصویر بالکل فرضی طور پر بھی بنائی جاسکتی ہے۔ مثال کے طور پر ایک شریف خاتون کا واقعہ ہے۔ ایک دادا قسم کا نوجوان ان سے شادی کرنا چاہتا تھا۔ اس نے خاتون کے باپ کے یہاں پیغام بھیجا تو انہوں نے صاف انکار کر دیا۔ اس کے بعد اس نوجوان نے یہ کیا کہ خاتون کے یہاں کام کرنے والے ایک لڑکے کو کچھ پیسہ دیا۔ اس لڑکے نے مذکورہ خاتون کے

شناختی کارڈ سے ان کی تصویر نکالی اور لے جاکر اسے مذکورہ نوجوان کو دے دیا۔ اب مذکورہ نوجوان نے خاتون کی اس تصویر کو اپنی تصویر کے ساتھ ملا کر ایک مشترک فوٹو کھنچوایا اور پھر اس فوٹو کو لے کر مذکورہ خاتون کو بدنام کرنا شروع کر دیا۔

فوٹو کے ذریعہ جھوٹے پروپیگنڈے کی سیاست موجودہ زمانہ میں بہت عام ہے۔ اخباروں میں اکثر اس طرح کے قصے آتے رہتے ہیں۔ موجودہ زمانہ میں کوئی بھی شخصیت اس قسم کے جھوٹے پروپیگنڈے کی زد سے محفوظ نہیں۔

فوٹو پر مبنی جھوٹا پروپیگنڈہ دو چیزوں کے ذریعہ ممکن ہوا ہے۔ ایک کیمرہ اور دوسرے اخبار۔ یہ کہنا صحیح ہوگا کہ اگر کیمرہ اور اخبار قدیم زمانہ میں موجود ہوتے تو انتہائی صالح قسم کے لوگ حتی کہ پیغمبر بھی نعوذ باللہ ثم نعوذ باللہ اس مکروہ سیاست سے شاید محفوظ نہ رہ پاتے۔

مثال کے طور پر قرآن سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام مدین کے سفر میں ایک بار شام کو ایک درخت کے نیچے بیٹھے ہوئے تھے۔ اس کے بعد ایک بزرگ کے بلانے پر ان کی غیر شادی شدہ صاحبزادی کے ساتھ چل کر وہ مذکورہ بزرگ کے گھر گئے۔ اگر اس وقت کیمرہ موجود ہوتا اور اخبار نکل رہے ہوتے تو ایک کیمرہ والا اس منظر کا فوٹو لے لیتا اور اگلے دن کے اخبار میں ایک تصویر چھپتی جس کے نیچے نعوذ باللہ یہ الفاظ لکھے ہوئے ہوتے۔۔۔ پیغمبر موسیٰ تنہا ایک نوجوان لڑکی کے ساتھ۔

اسی طرح پیغمبر اسلام ﷺ تیرہ سال تک مکہ میں تھے۔ وہاں آپ کعبہ میں جاکر نماز پڑھا کرتے تھے۔ اس وقت وہاں ۳۶۰ بت تھے۔ یہ بت کسی بند بکس میں رکھے ہوئے نہیں تھے بلکہ بیت اللہ میں ہر طرف نصب تھے۔ رسول اللہ ﷺ وہاں بار بار رکوع یا سجدہ میں ہوتے تھے۔ اس وقت اگر وہاں کیمرہ اور اخبار موجود ہوتا تو ایک کیمرہ والا مخصوص اینگل سے آپ کا ایسا فوٹو لے سکتا تھا جس کے فوکس میں خدانخواستہ ایک بت بھی دکھائی دیتا۔ اس کے بعد اگلے دن کے اخبار

میں ایک تصویر چھپتی جس کے نیچے نعوذ باللہ یہ الفاظ لکھے ہوئے ہوتے کہ ـــ پیغمبر توحید ایک بت کے آگے جھکے ہوئے۔

جیسا کہ معلوم ہے ایک غزوہ میں رسول اللہ ﷺ کی اہلیہ محترمہ حضرت عائشہؓ بعض اتفاقی اسباب سے قافلہ کے پیچھے رہ گئی تھیں۔ بعد کو وہ ایک مسلم نوجوان کے ساتھ مدینہ آئیں۔ اس وقت اگر کیمرہ اور اخبار موجود ہوتے تو ایک کیمرہ والا اس منظر کا فوٹو لے لیتا اور پھر اگلے دن مدینہ کے اخبار میں ایک تصویر چھپتی جس کے نیچے نعوذ باللہ یہ الفاظ لکھے ہوئے ہوتے ـــ پیغمبر کی نو عمر بیوی ایک اجنبی نوجوان کے ساتھ۔

اس قسم کے جھوٹے تصویری افسانے کسی بھی شخص کے خلاف بنائے جاسکتے ہیں۔ مثال کے طور پر مولانا اسماعیل شہید قدیم دہلی میں رہتے تھے۔ وہ اپنے وعظ کے لئے مشہور تھے۔ ایک بار دہلی کی طوائفوں کی طرف سے انہیں پیغام ملا کہ آپ ہمارے یہاں تشریف لائیں اور ہم کو وعظ فرمائیں۔ شاہ اسماعیل شہید نے اس دعوت کو قبول فرمالیا۔ وہ وہاں گئے اور سیڑھیوں پر چڑھ کر اوپر کے دروازے پر پہنچے اور وہاں کھڑے ہو کر وعظ فرمایا۔ پھر واپس آگئے۔ اگر اس زمانہ میں کیمرہ ہوتا تو جب وہ وہاں کی سیڑھیوں پر چڑھ رہے تھے اس وقت کوئی کیمرہ والا اس منظر کا فوٹو لے لیتا اور پھر اگلے دن دہلی کے اخبار میں ایک تصویر چھپتی جس کے نیچے نعوذ باللہ یہ الفاظ لکھے ہوئے ہوتے ـــ مولانا شاہ اسماعیل صاحب طوائف کے کوٹھے پر چڑھتے ہوئے۔

اس قسم کے تصویری پروپیگنڈے موجودہ زمانہ میں بہت زیادہ عام ہیں۔ اکثر بے بنیاد افواہیں جھوٹی تصویروں کی مدد سے پھیلائی جاتی ہیں۔ ایسی مثالیں ہندستان میں بھی بار بار پیش آئی ہیں اور باہر کے ملکوں میں بھی۔

مجھے خود بھی متعدد بار اس قسم کے تصویری پروپیگنڈے کا تجربہ پیش آیا ہے۔ ایک بار میں نے ایک عرب پرچے میں بیت المقدس (قبۃ الصخرا) کی تصویر دیکھی۔ اس تصویر میں نظر

آرہا تھا کہ اسرائیلی فوجی بندوق کے ساتھ قبۃالصخرا کے قریب دونوں طرف کھڑے ہوئے ہیں۔ ان کے پاؤں زمین پر تھے اور سر گنبد کے اوپر تک پہنچے ہوئے تھے۔

بظاہر یہ ایک سچا فوٹو دکھائی دیتا تھا۔ مگر جب میں نے گہرائی کے ساتھ غور کیا تو یہ فوٹو غیر فطری نظر آیا کیونکہ ایسا واقعہ صرف اس وقت ممکن تھا جب کہ ان اسرائیلی فوجیوں کا قد تاڑ کے برابر ہو۔ اصل یہ ہے کہ اسرائیلی فوجیوں کی یہ تصویر کاٹ کر قبۃالصخرا کی تصویر کے ساتھ چپکائی گئی تھی۔ اور پھر اس مصنوعی تصویر کا فوٹو لے کر اس کو میگزین میں چھاپا گیا تھا۔

اس کے بعد جب میں فلسطین گیا اور مسجد اقصیٰ اور قبۃالصخرا کو دیکھا تو میرے قیاس کی تصدیق ہو گئی۔ وہاں میں نے پایا کہ قبۃالصخرا کے کمپاؤنڈ میں اندر کوئی اسرائیلی فوجی نہیں رہتا۔ اسرائیلی فوجی صرف گیٹ کے باہر ہوتے ہیں۔ اور باہر کھڑے ہوئے ان اسرائیلی فوجیوں کے قد یقینی طور پر عام انسانی قد کے مانند تھے نہ کہ تاڑ کے درخت کے مانند۔

تصویری پروپیگنڈے کی یہ قسم دوسروں کے لئے صرف ایک جھوٹی سیاست ہے مگر مسلمانوں کے لئے وہ مزید اضافہ کے ساتھ ایک ناقابل معافی گناہ۔

ایک انٹرویو

۷ دسمبر ۱۹۹۸ کو کانسٹی ٹیوشن کلب (نئی دہلی) میں ایک سمینار تھا۔ اس کا انتظام سارک سٹی زن فورم (SAARC Citizens Forum) کی طرف سے کیا گیا تھا۔ یہاں ۷ دسمبر کی شام کو پی ٹی آئی (پریس ٹرسٹ آف انڈیا) کے نمائندہ کے جی سورش نے راقم الحروف سے ملاقات کی اور ایک انٹرویو لیا۔ ان کے سوالات کا تعلق زیادہ تر وندے ماترم کے اشو سے تھا۔ (Tel- 3718713-3717642) انھوں نے سوال کیا کہ آج کل وندے ماترم کا اشو میڈیا میں بہت زیادہ آرہا ہے۔ کچھ لوگ اس کے موافق ہیں اور کچھ لوگ اس کے مخالف۔ اس کے بارے میں آپ کی رائے کیا ہے۔

میں نے کہا کہ اس معاملہ میں پہلی بات یہ ہے کہ غیر خدا کی پرستش اسلام میں جائز نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ یہ معاملہ اتنا زیادہ بڑھ گیا۔ اپنے اس عقیدہ کی بنا پر مسلم مائنڈ وندے ماترم کو کبھی قبول نہیں کر سکتا۔ کیوں کہ اس نظم میں بھارت کو معبود کا درجہ دے کر اس کے لئے پرستش کے جذبات کا اظہار کیا گیا ہے۔

ان کے ایک سوال کے جواب میں میں نے کہا کہ وطن کی پوجا اور وطن کی محبت دونوں ایک دوسرے سے بالکل الگ ہیں۔ وطن کی محبت ایک فطری چیز ہے اور وہ بلاشبہ اسلام کے مطابق ہے۔ ہر انسان کو اپنے وطن سے محبت ہوتی ہے اور اسی طرح مسلمانوں کو بھی اپنے وطن سے محبت ہے۔ مگر جہاں تک وطن کی پوجا کا تعلق ہے، وہ اسلام کے مطابق نہیں۔ میں نے کہا کہ وطن کی پرستش ایک مخصوص مذہبی عقیدہ ہے، حب الوطنی سے اس کا براہ راست کوئی تعلق نہیں۔ اس قسم کا مذہبی عقیدہ ایک انفرادی معاملہ ہے، وہ پورے ملک کا اجتماعی معاملہ نہیں۔ اس لئے اس عقیدہ کو حب وطن کے معاملہ سے الگ رکھنا چاہیے۔

سوال

میں نے کئی مذہبوں کو پڑھا ہے۔ میرا ماننا یہ ہے کہ سب مذہب ایک ہیں۔ سب مذہب ایک ہی سچائی کی طرف جاتے ہیں۔ آج کل لوگوں میں یہ سوچ آگئی ہے کہ میرا ہی مذہب اچھا اور سچا ہے۔ اس کی وجہ سے جھگڑے پیدا ہوتے ہیں۔ اگر یہ مان لیا جائے کہ سب مذہب یکساں ہیں تو تمام جھگڑے اپنے آپ مٹ جائیں گے۔ اس بارے میں اپنی رائے دیں (گوپال شرما، نئی دہلی)

جواب

سب مذہب ایک ہیں کا نظریہ ایک غیر علمی اور غیر واقعی نظریہ ہے۔ کیوں کہ مذہبوں کے درمیان اختلاف ایک واضح حقیقت ہے۔ مثال کے طور پر اسلام میں خالق اور مخلوق کی علیحدگی کا تصور ہے، جب کہ ہندو دھرم میں دونوں کو ایک مانا جاتا ہے، اسی کا نام ادویت واد ہے۔ اسی طرح اسلام میں پیغمبر کا تصور ہے اور ہندو دھرم میں خدائی اوتار کا تصور۔ اسلام میں موت کے بعد سزا اور جزا کا تصور ہے اور ہندو دھرم میں آواگمن کا تصور، وغیرہ۔ جہاں تک سماجی اتحاد کا معاملہ ہے، اس کا کوئی تعلق مذہبی اتحاد سے نہیں۔ ساری تاریخ بتاتی ہے کہ بار بار ایک مذہب کے لوگ آپس میں لڑتے رہے ہیں مثلاً کورو اور پانڈو دونوں ہندو تھے۔ اس کے باوجود ان میں زبردست جنگ ہوئی۔ پہلی اور دوسری عالمی جنگ میں عیسائی قومیں ایک دوسرے کے خلاف لڑیں۔ پاکستان اور بنگلہ دیش کی ۱۹۷۱ کی جنگ یا افغانستان کی موجودہ جنگ میں دونوں فریق مسلمان ہیں۔ اصل یہ ہے کہ اختلاف ایک فطری چیز ہے، وہ زندگی کا لازمی حصہ ہے۔ اختلاف انسانوں کے درمیان ہر حال میں باقی رہتا ہے، وہ کسی بھی صورت میں ختم نہیں ہوتا۔ ایسی حالت میں اتحاد اور امن کی حقیقی بنیاد صرف ایک ہے، اور وہ ہے اسپرٹ آف ٹالرینس۔ ہمیں لوگوں کے اندر ٹالرینس اور باہمی احترام کا مزاج پیدا کرنا چاہئے۔ نہ کہ بے فائدہ طور پر یہ ثابت کرنے کی کوشش کریں کہ تمام مذاہب ایک ہیں۔ انسانوں کے درمیان اتحاد کا تعلق خود انسان کے اپنے مزاج سے ہے نہ کہ کسی قسم کے خارجی نظریہ سے۔

سوال

کہا جاتا ہے کہ ہندستان کے اسلامی مدرسوں میں تشدد اور علٰیحدگی پسندی کی تعلیم دی جاتی ہے۔ اس طرح وہ ملک میں منفی رول ادا کر رہے ہیں۔ ایسی حالت میں ان مدرسوں کو باقی رکھنے کا کیا جواز ہے (محمد عمران، راشٹریہ سہارا، دہلی)

جواب

یہ بالکل بے بنیاد بات ہے۔ یہ صحیح ہے کہ ملک میں تشدد پسندی اور علٰیحدگی پسندی کا رجحان ہے مگر وہ زیادہ تر سیاسی لیڈروں کا پیدا کردہ ہے، ان کا مدرسوں سے کوئی تعلق نہیں۔ ان مدرسوں میں دین اور اخلاق کی تعلیم دی جاتی ہے۔ ان مدرسوں میں ایسے لوگ تیار کئے جاتے ہیں جو اصول پسند اور باکردار ہوں۔ اور اسی کے ساتھ وہ سماج میں مارل ٹیچر بن کر رہ سکیں۔ میں خود مدرسہ کے اسی تعلیمی نظام کی پیداوار ہوں۔ اور میں پورے اعتماد کے ساتھ اس قسم کے الزام کی تردید کر سکتا ہوں۔ سیاست اور ٹی وی یہ دو چیزیں لوگوں کے کردار کو بری طرح تباہ کر رہے ہیں۔ ایسی حالت میں مدرسہ کے نظام کو مزید طاقتور کرنے کی ضرورت ہے تاکہ وہ موجودہ اخلاقی بگاڑ کے سیلاب کو روک سکیں۔

سوال

ھدایہ کا ایک جزئیہ ہے ”قتال الکفار واجب وان لم یبدونا“ (کفار سے قتال واجب ہے اگر چہ وہ ہم سے قتال کی ابتدا نہ کریں) اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اہل اسلام اور اہل کفر کے درمیان تعلق کی دائمی نسبت محاربہ کی ہے۔ اور اہل کفر سے اہل ایمان کو جنگ کرنا مطلقاً واجب ہے۔ اسی طرح کی بات امام ابن القیم نے زاد المعاد میں جہاد کے سلسلہ میں بحث کرتے ہوئے، اور سید قطب شہید نے اپنی مشہور کتاب معالم فی الطریق میں اسی کو بنیاد بنا کر ایک لمبی بحث لکھی ہے۔ سوال یہ ہے کہ کیا یہ بات علمی اور شرعی طور پر ثابت ہے (غطریف شہباز ندوی، ابوالفضل انکلیو نئی دہلی)

جواب

دائمی محاربہ کا نظریہ نہ قرآن کی کسی براہ راست نص میں ہے اور نہ حدیث میں۔ وہ تمام تر کچھ فقہا اور علماء کے قیاس پر مبنی ہے۔ اور دائمی محاربہ جیسا سنگین مسئلہ صرف نص صریح سے ثابت ہونا چاہیے نہ کہ قیاس سے۔ مثال کے طور پر قرآن میں یہ تعلیم دی گئی ہے کہ کفار و مشرکین جب تک تم سے سیدھے (پرامن) رہیں تم بھی ان سے سیدھے (پرامن) رہو (التوبہ ۷) قرآن کی یہ آیت واضح طور پر مذکورہ نظریہ سے ٹکراتی ہے۔ اسی طرح ایک متفق علیہ حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تم لوگ دشمن سے مڈبھیڑ کی تمنا نہ کرو بلکہ اللہ سے عافیت مانگو (لاتتمنوا لقاء العدو واسالوا الله العافية) یہ حدیث بھی واضح طور پر مذکورہ نظریہ کی تردید ہے۔ مزید یہ کہ قرآن میں ارشاد ہوا ہے کہ اللہ تم سے آسانی چاہتا ہے (البقرہ ۱۸۵) اسی طرح حدیث میں آیا ہے کہ دین آسان ہے (الدین یسر) مگر مذکورہ نظریہ دین کو نہ صرف مشکل بلکہ ناممکن بنادیتا ہے۔ اس کی ایک جدید مثال کمیونزم ہے۔ اس کو بھی ابدی محاربہ کے نظریہ پر قائم کیا گیا تھا مگر تقریباً سو سال کے تجربہ کے بعد وہ مکمل طور پر ناکام ہو گیا۔ اگر ابدی محاربہ اسلام کا حکم ہو تو یہ نعوذباللہ اسلام کو غیر ابدی قرار دینے کے ہم معنی ہوگا۔ ایسی حالت میں مسلمانوں کے لئے اس دنیا میں صرف دو میں سے ایک کا انتخاب ہے۔۔۔ ہلاکت یا منافقت۔ یعنی یا تو وہ ساری دنیا میں غیر مسلم قوموں سے لڑکر اپنے کو ہلاک کرتے رہیں یا ابدی محاربہ کا عقیدہ رکھتے ہوئے ظاہری طور پر مصالحت کی روش اختیار کرلیں جس کا دوسرا نام منافقت ہے۔

سوال

آپ نے اپنی متعدد تحریروں میں تقسیم ہند کو ایک غلط فیصلہ قرار دیا ہے۔ آپ کے نزدیک تقسیم ہند کی تحریک نے مسلمانوں اور ہندوؤں کے بیچ مطلوب دعوتی تعلق کو نقصان پہنچایا ہے۔ دونوں قومیں اسی تحریک کے باعث ایک دوسرے سے نفرت کرتی ہیں۔ ہم یہ بات تسلیم کرسکتے ہیں

لیکن سوال یہ ہے کہ پاکستان کے وجود میں آنے کے پچاس سال بعد اس بحث کا فائدہ کیا ہے۔ کیا تاریخ کے پہیہ کو الٹا گھمایا جاسکتا ہے (طالب محسن، لاہور)

جواب

پاکستان کے بیشتر لکھنے اور بولنے والے بنگلہ دیش پر اور بنگلہ دیش کی قیادت پر تنقید کرتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ اس کا مقصد یہ نہیں کہ بنگلہ دیش کے معاملہ میں "تاریخ کے پہیے کو الٹا گھمایا جائے۔" اس قسم کی تنقیدوں کا مقصد صرف اس ذہنیت پر تنقید ہوتا ہے جس نے بنگلہ دیش کو بنوایا۔ اسی طرح پاکستان کے بارے میں میں نے جو کچھ لکھا ہے اس کا مقصد بھی تقسیم اور تفریق کی ذہنیت پر تنقید ہے نہ کہ تاریخی معنوں میں وجود پاکستان پر تنقید۔ آج یہ صورت حال ہے کہ دنیا کے جس ملک میں بھی مسلمان اس کے کسی خطہ میں اکثریت رکھتے ہیں وہاں وہ مرکزی لیڈر شپ سے ٹکراؤ کر کے اپنا علیحدہ مسلم پاکٹ بنانا چاہتے ہیں۔ یہ ذہنیت میرے نزدیک اسلامی روح کے سراسر خلاف ہے۔ اسلام پھیلاؤ کو پسند کرتا ہے نہ کہ سمٹنے کو۔ اسلام کا مقصد یہ ہے کہ دنیا کی قوموں کو خدا کے سایۂ رحمت میں لایا جائے نہ کہ ان کو غیر قوم قرار دے کر ان سے جدائی اختیار کر لی جائے۔

سوال

مسلمانوں کے اندر باہمی مسلکی جھگڑے کیا اپنی جہالت کی وجہ سے ہیں یا اس کے لئے غیر قوموں کی طرف سے ہوا دی جاتی ہے۔ یعنی یہ صورت حال مسلمانوں کی کسی داخلی کمزوری کا نتیجہ ہے یا وہ اغیار کی سازش کا نتیجہ ہے (عبد الملک المظاہری، حیدر آباد)

جواب

قرآن میں ارشاد ہوا ہے کہ تمہارے اوپر جو مصیبت بھی آتی ہے وہ تمہارے اپنے ہاتھوں کی کمائی کا نتیجہ ہوتی ہے (الشوریٰ ۳۰) اس کے مطابق ہمیں ہر مصیبت یا افتاد کا سبب خود اپنی کمزوریوں کو

سمجھنا چاہئے نہ کہ اغیار کی مخالفانہ کارروائیوں کا نتیجہ۔ یہ دنیا مسابقت کی دنیا ہے، اس لئے یہاں مسلمانوں کے خلاف سازشیں بھی ضرور ہوں گی۔ ایسا ہونا بالکل فطری ہے۔ مگر اس کا حل دوسروں سے لڑنا نہیں ہے بلکہ اس کا حل قرآن کے مطابق، یہ ہے کہ خود اپنے اندر تقویٰ اور صبر کی طاقت پیدا کی جائے۔ صبر اور تقویٰ ہر سازش کے خلاف یقینی ڈھال ہے (آل عمران ۱۲۰)

سوال

آپ کی تحریروں کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے جیسے کہ آپ شعوری یا لاشعوری طور پر تصوف کے نظریہ وحدت شہود کے قائل ہیں۔ کیا آپ غیر مسلموں کو اسلام کے قریب لانے کے لئے اس نظریہ کی وقتی ضرورت اور مصلحت کے تحت قائل ہیں یا یہ کہ باقاعدہ اسے ایک ابدی نظریہ اور حقیقت سمجھتے ہیں۔ (محمد اورنگ زیب صالح، اوکاڑی، پاکستان)

جواب

وحدت وجود اور وحدت شہود دونوں ہی نظریہ کو میں غلط سمجھتا ہوں۔ میں نے کبھی اپنی تحریروں میں ان کی تائید نہیں کی، نہ وقتی اور نہ مستقل۔ یہ دونوں نظریات لفظی فرق کے باوجود حقیقۃً ایک ہیں۔ وحدت وجود کا مطلب سادہ طور پر یہ ہے کہ تمام موجودات خدا کا جزء ہیں، اور وحدت شہود کا مطلب یہ ہے کہ تمام موجودات خدا کا مظہر ہیں۔ ان دونوں میں کوئی حقیقی فرق نہیں۔ صحیح یہ ہے کہ کائنات کی تمام چیزوں کو خدا نے اپنے حکم سے پیدا کیا ہے۔ خالق الگ ہے اور مخلوق الگ۔ دونوں کے درمیان کوئی وجودی اشتراک نہیں۔

سوال

میں الرسالہ کا قاری ہوں اور آپ جو کام کر رہے ہیں اس کا قدرداں ہوں۔ لیکن میری رائے یہ ہے کہ ہمارے ملک میں زیادہ پڑھے لکھے لوگ نہیں ہیں۔ ایسی حالت میں رسالہ اور کتاب کے ذریعہ ان لوگوں تک دعوت نہیں پہنچائی جاسکتی۔ ہمیں ایسی کوئی ترکیب عمل میں لانا چاہئے کہ

ایسے لوگوں تک بھی دعوت کا پیغام پہنچ سکے۔ (سید عبدالحفیظ، بھڑگاؤں، جل گاؤں)

جواب

ہر زمانہ کی طرح آج بھی مسلمانوں میں خواص اور عوام دونوں قسم کے لوگ موجود ہیں۔ یہ اللہ کا فضل ہے کہ اس وقت دونوں ہی طبقوں میں اسلامی دعوت کا کام جاری ہے۔ جہاں تک عوام کا تعلق ہے، تبلیغی جماعت ان کے درمیان وسیع اور موثر کام کر رہی ہے۔ اور ماشاءاللہ اس کے مثبت نتائج بھی نکل رہے ہیں۔ ہم نے اصلاً خواص کے طبقہ کو اپنا نشانہ بنایا ہے۔ پچھلے پچیس سال کی کوشش کے نتیجہ میں آج یہ کہا جاسکتا ہے کہ خواص کے طبقہ میں اسلام کا پیغام وسیع پیمانہ پر پہنچ رہا ہے۔ اور اس کے مثبت نتائج بھی واضح طور پر نکل رہے ہیں۔ اس تحریک کے نتیجہ میں نہ صرف ہندستان بلکہ دوسرے ملکوں کے ہزاروں لوگوں کو ازسرنو اسلام کی صداقت پر یقین حاصل ہوا ہے۔ پچھلے چند برسوں سے ہندستان کے مسلمانوں میں احتجاج اور ٹکراؤ کا مزاج بڑی حد تک ختم ہو گیا ہے۔ اب وہ تعلیم اور تجارت جیسے تعمیری شعبوں میں سرگرم ہو رہے ہیں۔ یہ بھی سب سے زیادہ الرسالہ تحریک کا نتیجہ ہے۔ الرسالہ تحریک اگرچہ براہ راست طور پر تعلیم یافتہ طبقہ تک پہنچتی ہے مگر یہ تعلیم یافتہ لوگ اپنے اپنے حلقہ میں عوام تک بھی اس تعمیری آواز کو پہنچانے کا ذریعہ بن رہے ہیں۔

سوال

ماہنامہ الرسالہ کا میں ایک ریگولر ریڈر ہوں۔ اور اس کو پسند کرتا ہوں۔ مگر کبھی کبھی آپ نزاعی معاملات میں پڑ جاتے ہیں جو آپ کو نہیں کرنا چاہئے۔ مثلاً بابری مسجد، وندے ماترم جیسے اشو میں پڑ کر آپ نے اپنے کو متنازعہ شخصیت بنالیا۔ یہ آپ کے مثبت مشن کے لئے مفید نہیں (شفیع الدین احمد، دہلی)

جواب

کوئی بھی شخص جو اجتماعی تحریک چلائے، اس کے لئے نزاع سے بچنا ممکن نہیں۔ نزاع آپ کے اندر نہیں ہوتی بلکہ وہ دوسروں کے دماغ میں ہوتی ہے۔ اور وہ اس کو آپ کے ساتھ منسوب کر کے غیر

ضروری طور پر نزاعی بنادیتے ہیں۔ کوئی شخص خواہ کتنا ہی محتاط ہو، وہ ایسے لوگوں کے زبان و قلم سے بچ نہیں سکتا۔ مثال کے طور پر مولانا سید ابوالحسن علی ندوی اپنی اعتدال پسندی اور غیر اختلافی روش کے لئے مشہور ہیں۔ مگر ان کے بارے میں بھی متعدد بار اخبار میں اس قسم کی باتیں آتی رہی ہیں۔ اس کی ایک تازہ مثال ہفت روزہ نئی دنیا (دہلی) کے شمارہ ۱-۷ دسمبر ۱۹۹۸ میں دیکھی جاسکتی ہے۔ اس میں ایک مسلم رہنما مولانا موصوف کے ایک بیان کا حوالہ دیتے ہوئے کہتے ہیں کہ اس سے کیا مطلب نکالا جائے کہ مولانا علی میاں اندر ہی اندر سازش کر رہے ہیں اور ایسے بیانات دے کر بی جے پی کی خوشنودی حاصل کرنا چاہتے ہیں..... اور یہ کہ مولانا علی میاں اس سازش کو سمجھنے میں ناکام رہے اور مسلمانوں کو غلط مشورہ دے دیا ہے جس کی میں مکمل طور پر مخالفت کرتا ہوں........ مولانا علی میاں کا بیان بی جے پی کے مقصد کو پورا کردے گا...... میں مولانا علی میاں کی رائے سے بالکل اتفاق نہیں کرتا ہوں کیونکہ اس سے وشوہندو پریشد اور بی جے پی کی مسلمانوں کو تعلیم سے دور کرنے کی سازش کامیاب ہوجائیگی ...... میں یہ کہنے پر مجبور ہوں کہ انھوں نے ڈیڑھ اینٹ کی مسجد بنالی ہے جو مسلمانوں کے لئے بہت زیادہ نقصان دہ ثابت ہوگی (صفحہ ۵) اسی صورت حال کے بارے میں ایک عربی شاعر نے کہا تھا۔

قیل ان الالہ ذوولد　　　قیل ان الرسول قد کھنا

مانجا اللہ والرسول معاً　　　من لسان الوریٰ فکیف انا

جہاں تک متنازعہ شخصیت کا تعلق ہے تو یہ سراسر ایک اضافی بات ہے۔ تاریخ کے تمام بڑے رہنما اپنے زمانہ میں متنازعہ شخصیت تھے اور بعد کے زمانہ میں مسلّمہ شخصیت۔ ابو حنیفہ، فخر الدین الرازی، ابن تیمیہ اپنے معاصرین کی نظر میں متنازعہ شخصیت تھے۔ مگر بعد والوں کی نظر میں وہ امام بن گئے۔ ہندستان میں شاہ ولی اللہ، سرسید، سید حسین احمد مدنی، مولانا ابوالکلام آزاد اپنے زمانہ میں متنازعہ شخصیت بن گئے تھے۔ معاصرین کی نظر میں متنازعہ شخصیت بننا اس بات کی پیشگی اطلاع ہے کہ مستقبل میں اس کو یقینی طور پر غیر متنازعہ شخصیت کا مقام ملنے والا ہے۔

خبرنامہ اسلامی مرکز۔۱۳۸

۱۔ نومبر ۱۹۹۸ کے پہلے اور دوسرے ہفتہ میں دبئی میں کتابوں کی ایک بڑی نمائش ہوئی۔ اس میں اسلامی مرکز کا بک اسٹال لگایا گیا۔ لوگوں نے بڑی تعداد میں کتابیں حاصل کیں اور کہا کہ ایسا مقامی انتظام کیجئے کہ دوبئی میں یہ کتابیں برابر ملنے لگیں۔

۲۔ نئی دہلی کے آئی میگزین (spicmacay sciety) کے نمائندہ مسٹر سنگھتا سنگھ نے یکم نومبر ۱۹۹۸ کو اپنے میگزین کے لئے صدر اسلامی مرکز کا تفصیلی انٹرویو لیا۔ سوالات کا تعلق زیادہ تر اسلام سے تھا۔ ایک سوال یہ تھا کہ اسلام میں کٹرپن کیوں ہے۔ جواب میں کہا گیا کہ اسلام میں کٹرپن نہیں ہے۔ چنانچہ حدیث میں ہے کہ اسلام نرمی اور اعتدال کا دین ہے۔ اور یہ کہ اہل اسلام کو دوسروں کے ساتھ نرمی کا رویہ اختیار کرنا چاہئے۔ کوئی شخص اگر اسلام کے نام پر کٹرپن دکھائے تو اس کی ذمہ داری اسلام پر نہیں ہے۔

۳۔ سری دھنوم جے داس چیریٹیبل ٹرسٹ (چترنجن پارک نئی دہلی) کے تحت ۴ نومبر ۱۹۹۸ کو ایک سیمینار ہوا۔ اس کا موضوع اخلاقیات تھا۔ ہر مذہب کے لوگوں نے اپنے مذہب کی روشنی میں اخلاق کی اہمیت بتائی۔ صدر اسلامی مرکز نے اس کی دعوت پر اس میں شرکت کی اور اسلام اور اخلاقیات کے موضوع پر ایک تقریر کی۔ انھوں نے بتایا کہ اسلام میں اخلاقیات اتنی زیادہ ہے کہ حدیث میں آیا ہے کہ سب سے اچھا انسان وہ ہے جو اخلاق میں سب سے اچھا ہو۔ اسی طرح اس موضوع سے متعلق پیغمبر اسلام کی اور بہت سی حدیثیں بیان کیں۔

۴۔ ۷ نومبر ۱۹۹۸ کو اپسرا آرٹ سنٹر (نئی دہلی) میں ایک اجتماع تھا۔ اس کا موضوع اسلام میں جہاد کا تصور تھا۔ اس میں دہلی کے اعلیٰ تعلیم یافتہ ہندوؤں نے شرکت کی۔ صدر اسلامی مرکز نے اس کی دعوت پر اس میں شرکت کی اور موضوع پر اظہار خیال کیا۔ ایک سوال کے

جواب میں انھوں نے کہا کہ جہاد دراصل پر امن جدو جہد کا نام ہے نہ کہ تشدد کا۔ آپ کو چاہئے کہ جہاد کے تصور کو قرآن وحدیث سے سمجھیں نہ کہ کسی شخص کے رویہ سے۔

۵۔ دہلی کے انگریزی اخبار راشٹریہ سہارا کے نمائندہ، مسٹر عمران نے ۱۲ نومبر کو صدر اسلامی مرکز کا انٹر ویو لیا۔ سوالات کا تعلق زیادہ تر ہندستان میں اور خاص طور پر مسلمانوں میں تعلیم کے سوال کے مسئلہ سے تھا۔ ایک سوال کے جواب میں کہا گیا کہ مسلمانوں میں مدرسہ کا جو نظام ہے وہ ملک کی ترقی میں رکاوٹ نہیں ہے بلکہ وہ اس میں مددگار عنصر کی حیثیت رکھتا ہے۔ یہ مدرسے ملک کو مارل ٹیچر فراہم کر رہے ہیں جس کی ملک کو شدید ضرورت ہے۔

۶۔ سنسکرت اکیڈمی دہلی کی طرف سے ۱۲ نومبر کو ذاکر حسین کالج (دہلی) میں ایک اجتماع ہوا۔ اس کی دعوت پر صدر اسلامی مرکز نے اس میں شرکت کی۔ ان کی تقریر کا خلاصہ یہ تھا کہ اسلام ایک عالمی مذہب ہے۔ وہ زبانوں سے پرہیز نہیں سکھاتا۔ چنانچہ مسلمانوں نے دنیا بھر کی زبانیں سیکھیں اور بڑے بڑے علمی کارنامے انجام دیئے۔ حتی کہ تاریخ کو نئے علمی دور میں داخل کر دیا۔

۷۔ آرٹ سنٹر (نئی دہلی) میں ۱۳ اکتوبر ۱۹۹۸ کو ایک اجتماع ہوا۔ اس کا موضوع روحانیت تھا۔ اس کے بنیادی اسپیکر دو تھے ڈاکٹر کرن سنگھ اور صدر اسلامی مرکز۔ صدر اسلامی مرکز نے اپنی تقریر میں اسلام اور روحانیت کے موضوع پر گفتگو کی۔ آخر میں حاضرین کی طرف سے اسلام کے بارے میں کئی سوالات کئے گئے جس کا انھوں نے جواب دیا۔ ایک سوال کے جواب میں بتایا کہ اسلام کا مقصد اصلاً فرد کا تعمیر و تزکیہ ہے۔ اسلام میں مدافعانہ جنگ ہے مگر جارحانہ جنگ کی اسلام میں اجازت نہیں۔

۸۔ ہندی ہفتہ وار جن چیتنا (دہلی) کے ایڈیٹر رام گوپال سسودیا نے ۱۲ دسمبر کو صدر اسلامی مرکز کا تفصیلی انٹرویو لیا۔ سوالات کا تعلق اسلام اور مسلمانوں سے تھا۔ ایک سوال کے

جواب میں کہا گیا کہ اسلام کبھی نفرت کی تعلیم نہیں دے سکتا۔ اسلام کا پیغام ساری انسانیت کے لئے ہے اور جو دین ساری انسانیت کو خطاب کرتا ہو وہ کبھی نفرت کی تعلیم نہیں دے گا کیوں کہ نفرت اس کے مشن کے راستہ میں رکاوٹ ہے۔

۹۔ زی ٹی وی (دہلی) میں ۲۲ دسمبر ۱۹۹۸ کو ایک پینل ڈسکشن تھا۔ مسٹر ٹی این سیشن نے اس کو کنڈکٹ کیا۔ صدر اسلامی مرکز نے اس کی دعوت پر اس میں شرکت کی۔ موضوع یہ تھا کہ کیا اقلیت اس ملک میں ڈر محسوس کرتی ہے۔ انھوں نے کہا کہ اس میں شک نہیں کہ انڈیا میں مسلمانوں کے لئے بہت سی قابل شکایت باتیں ہیں مگر یہ کہنا صحیح نہیں کہ مسلمان اس ملک میں ڈر کی نفسیات کے ساتھ رہ رہے ہیں۔ مسلمانوں کے پاس ایمان کی جو طاقت ہے وہ ان کو ڈر سے بچاتی ہے۔ البتہ ان کو شکایت ضرور ہے۔ مسٹر دنے کٹیھار (فاؤنڈر پریسیڈنٹ بجرنگ دل) نے کہا کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ مسلمانوں کے لئے اس دیش میں کوئی ڈر کی بات نہیں۔ صدر اسلامی مرکز نے جواب دیا کہ اس کا کریڈٹ آپ کو نہیں جاتا بلکہ مسلمانوں کو جاتا ہے۔ کیونکہ آپ نے تو ڈرانے کی پوری کوشش کی مگر وہ ڈرے نہیں۔ خود جہاں تک آپ کا تعلق ہے تو آپ نے تو اجودھیا میں گھس کر بابری مسجد کو توڑ دیا جب کہ اس کا کیس عدالت میں تھا۔ مسلمان صرف یہ چاہتے ہیں کہ ان کے ساتھ دستور اور قانون کے مطابق معاملہ کیا جائے۔

۱۰۔ ایک کتاب زیر تیاری ہے۔ اس کا نام ہندو مسلم ڈائیلاگ ہوگا۔ اس کتاب میں ڈائیلاگ کے روپ میں ان تمام عقائد اور اعمال پر بحث ہوگی جو ہندوؤں اور مسلمانوں کے درمیان عرصہ سے اختلافی شکل میں چلے آرہے ہیں۔ اس ڈائیلاگ کا مقصد یہ ہے کہ اسلام کے بارے میں غیر مسلموں کے درمیان جو غلط فہمیاں ہیں وہ دور ہوں اور اسلام کی صداقت دلائل کے اسلوب میں واضح ہو۔

نئی کتابیں

مولانا وحید الدین خاں، صدر اسلامی مرکز نے حال میں تین اہم کتابیں تیار کی ہیں۔ ان کے نام یہ ہیں ــــ انسانیت کی تعمیر میں اسلام کا حصہ (۵۰ صفحات) ہندستان کی منزل (۵۰ صفحات) اور تعمیر ہند (۵۰ صفحات) یہ تینوں کتابیں زیر طبع ہیں اور ان شاء اللہ جلد ہی شائع ہو جائیں گی۔ ان تینوں کتابوں میں اسلام کے انقلابی پہلو کو واضح کیا گیا ہے اور ہندستانی مسلمانوں کے تخلیقی رول پر گفتگو کی گئی ہے۔ ان میں خالص حقائق و واقعات کی روشنی میں دکھایا گیا ہے کہ ہندستان کے مسلمانوں کے لئے ایک عظیم تاریخی رول مقدر ہے۔ مسلمانوں کے پاس اسلام کی صورت میں ایک صحیح آئیڈیالوجی ہے اور اسی کے ساتھ ایک مکمل تاریخی نمونہ بھی۔ اس طرح وہی اس پوزیشن میں ہیں کہ اس خطۂ ارض میں کوئی بڑا تعمیری رول ادا کریں اور ہندستان کو ایک بہتر مستقبل کی طرف لے جائیں۔ ہندستان کے مسلمان اس ملک کے لئے کوئی بوجھ (liability) نہیں ہیں بلکہ وہ پورے معنی میں ملک کے لئے ایک اثاثہ (asset) ہیں۔ اس کتاب کی اشاعت ان شاء اللہ مسلمانوں کے اندر ایک نیا حوصلہ پیدا کرے گی۔ وہ اپنے آپ کو اس ملک میں اقدامی پوزیشن میں محسوس کریں گے نہ کہ مدافعانہ پوزیشن میں۔ یہ تینوں کتابیں اس حدیث رسول کی تشریح کرتی ہیں جس میں پیشین گوئی کی گئی ہے کہ میری امت کا ایک حصہ ہندستان میں غزوہ (اصلاحی اور تعمیری جدو جہد) کرے گا۔ یہ وہ لوگ ہیں جن کو اللہ نے آگ کے عذاب سے نجات دے دی ہے۔ زیر نظر الرسالہ کا مضمون ''توحید۔ انسانیت کی منزل'' مذکورہ کتاب ہی کا ایک باب ہے۔

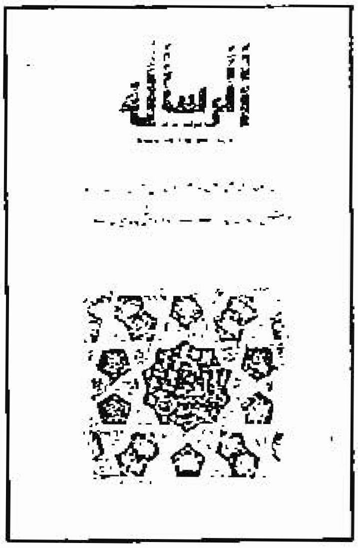

مصنف کی تحریریں مسلسل پڑھنے کے لئے

ماہنامہ الرسالہ کا مطالعہ کیجئے

اسلام کی فطری دعوت اور اس کے ابدی
پیغام کو جدید اسلوب میں سمجھنے کے لئے
الرسالہ اپنی نوعیت کا واحد جریدہ ہے

AL-RISALA BOOK CENTRE

1, Nizamuddin West Market, New Delhi-110 013
Tel. 4611128, 4611131 Fax 91-11-4697333
e-mail: risala.islamic@axcess.net.in

Finest collection of books on Islam

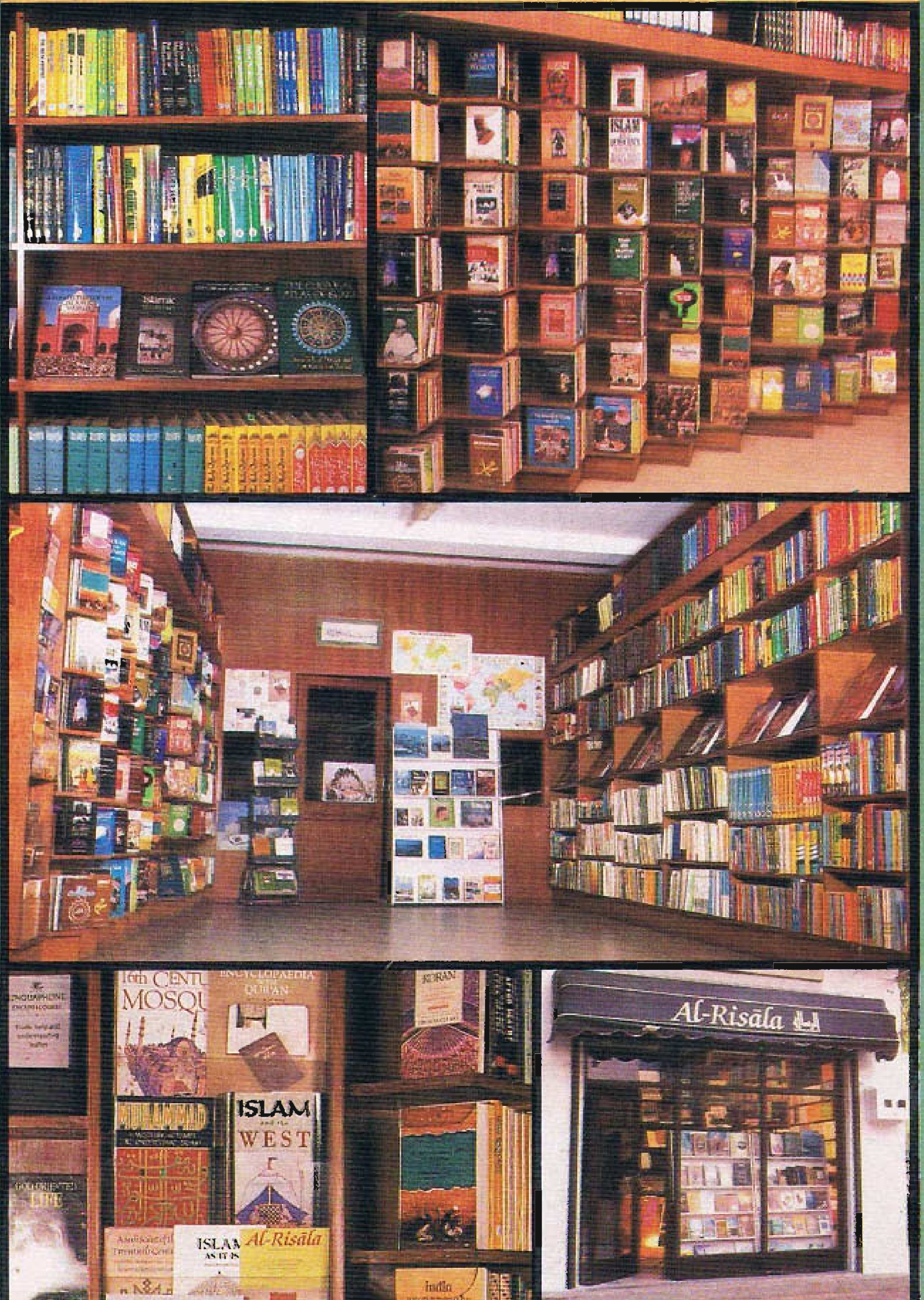

AL-RISALA BOOK CENTRE

1, Nizamuddin West Market, Near DESU, New Delhi-110 013

Tel. 4611128 Fax 4697333

رت کا ر

اسلام میں رت کا ر ہے، اس کا اندازہ ایک حدیث تا ہے۔ امام ری نے ت عبدا ا عباس یہ روایت نقل کی ہے: ت بریرہ کے ہر ایک غلام کا نام ۔ گویا کہ میں یکھ رہا ں کہ ا ی کے رہے اور ان کی آ ں آنسو جاری ۔ ر ل ا صلی ا و نے فرمایا کہ اے عباس، کو اس پر نہیں کہ کو زیا ہ ہے بریرہ اور بریرہ کو زیا ہ ہے ۔ ر ل ا صلی ا و نے بریرہ فرمایا کہ اچھا کہ کی طرف رجوع کرلو۔ بریرہ نے کہ اے خدا کے ر ل، آپ اس کا ۔ آپ نے فرمایا کہ میں ف سفارش کر رہا ں۔ بریرہ نے جواب یا: تو اس کی ضرورت نہیں (,) فتح ا ری ۹/۳۱۹۔

بریرہ نے ا ہر کرالی ۔ ر ل ا صلی ا و نے بریرہ کو مشورہ یا کہ رجوع کرلو اور کے سا زندگی گزارو مگر بریرہ نے آپ کے اس مشورہ کو ل نہیں ۔ اور رجوع پر را نہیں ئیں۔

اس واقعہ اندازہ تا ہے کہ اسلام میں رت کو زیا ہ آزا ی حا ہے۔ اس کے مطا ، رت نہ ف مر کے برابر ہے بلکہ اس کو یہ حا ہے کہ اگر و کی بنیا پر کو مطا کرے تو وہ اس کو ما پر رہے، کے ذا مشورہ کو ما اس کے لیے ضروری نہیں۔

یہ ہے کہ اسلام میں اس ا ر رت اور مر کے رمیان کو فرق نہیں۔ جو ق وفرائض مر کے و ق وفرائض رت کے ۔ اگر کو فرق ہے تو وہ فطری سب کی پر ہے، نہ کہ ونوں جنسوں میں کی پر۔ اس کا فطری فرق طرح رت اور مر کے رمیان ہے ا طرح وہ مر اور مر کے رمیان ہمیشہ موجو ر ہے۔ یہ فطرت کا ملہ ہے، نہ کہ فرق کا ملہ۔

کامیاب زندگی

اسلام صلی ا و کے پاس ایک شخص آیا۔ اس نے کہ اے ا کے ر ل، کو ایسی بات کے سا میں ں، اور وہ نہ کہ میں ا ل جا ں۔ آپ نے فرمایا: (M *L) (طا امام مالک، ٦٥٢) یعنی غصہ نہ کرو۔ یہ موجو ہ نیا میں کامیاب زندگی حا کرنے کا سب زیا ہ یقینی ا ل ہے۔ ایک فر کے اور ری قوم کے لیے ۔

غصہ ہے۔ غصہ را ناپسندیدہ رتِ حال کا جواب (negative response) ہے۔ موجو ہ نیا میں مختلف اسباب ہر لمحہ کسی نہ کسی ناپسندیدہ رت حال سا پیش آتا ہے۔ کو ایسی بات پیش آجا ہے آپ کی انا ک ا ہے۔ کسی کی ایک روش آپ کے اندر انتقام کا جذبہ ا جاتا ہے۔ مفا کا ا آپ کے اندر مخا نہ جذبات کو ہے۔ ایسا تا ہے کہ کسی آپ کی امید ری نہیں اور آپ کے اندر اس کے خلاف نفرت کے جذبات ک ا ۔ یہی سب وہ چیز کو انسانی زبان میں غصہ جاتا ہے۔

یہ غصہ آ می کے لیے حد ہے۔ وہ آ می اس کی چنے کی صلاحت کو لبا ہے۔ وہ آ می کو اس قابل نہیں رکھتا کہ وہ پسندانہ انداز میں ا عمل کا نقشہ ۔ وہ اس کو کے تخریب کے راستہ پر ڈال ہے۔ غصہ آ می و ے کے خلاف کرتا ہے، مگر ا کے ا ر وہ ہمیشہ آ می کے ا نقصان کا باعث بنتا ہے۔

موجو ہ نیا آزمائش کی نیا ہے۔ ں ہر ایک کے سا ایسے وا ت پیش آ جو اُس کو کر ، جو اُس کے اندر نفسیات کو ۔ اس رت حال کو بد کسی کے لیے نہیں۔ ایسی حالت میں کامیاب زندگی کی کا طریقہ ف یہ ہے کہ آ می صبر و تحمل کی روش اختیار کرے۔ وہ ا ل کے باوجو نہ نے کا آرٹ لے۔ وہ اُن حالات کے سا ایڈ کر کے رہ سکے کو بدلنے کی قدرت اُس کو حا نہیں۔

بیماری

حدیث میں آیا ہے کہ مد میں ایک شخص بیمار ا۔ ر ل ا صلی ا و اُس کی عیا ت کے لیے اُس کے گھر گئے۔ وہاں پہنچ کر آپ نے کہ: P&O! H N :# $: (T - C ! S # ;+!K R Q E) یعنی کو حرج نہیں، انشاء ا یہ پا کی حا کرنے کا ذریعہ ہے۔

اس کا مطلب یہ نہیں کہ جب کو شخص بیمار تا ہے تو ا ار ر پر اس کے گناہ ھل جا ، وہ ایک پاکیزہ انسان جاتا ہے۔ یہ را ایک م شعوری واقعہ ہے جو ایک سچے مومن کے سا پیش آتا ہے۔

کو آ می اگر بیمار نہ ، اُس کا مکمل ر پر ایک صحت مند تو اس کا یہ تا ہے کہ اُس کے اندر شعوری یا شعوری ر پر فخر و ناز کے جذبات ا جا ۔ اُس کے میں ر مندانہ احساسات کی پرورش نہیں ۔ ں تک کہ وہ ایک انسان کر رہ جاتا ہے۔

جب ایک مومن بیماری میں تا ہے تو وہ ا عجز کو ریافت کرتا ہے۔ اُس کے اندر ر مندی کی کیفیت ا جا ہے۔ وہ ا ہ نے کی کا بہ کرتا ہے۔

اس طرح بیماری اُس کو و ی چیزوں ور کر کے ا قریب کر ہے۔ وہ ا کی طرف جاتا ہے۔ وہ ا کو یا کرنے لگتا ہے۔ اُس کے ل عائیں اور ا ئیں نکلے ۔ بیماری اُس کے لیے ا قربت کا ذریعہ جا ہے۔

بیماری ہر ایک ب چیز ہے۔ اگر صحیح اسلامی ذ تو نی بیماری آ می کے لیے روحانی صحت کا ذریعہ جا گی۔ اس نیا میں ا ذ اری کی ہے۔ ار ذ اس قابل تا ہے کہ وہ وا ت سبق لے۔ اور ذ کو ار کرنے والی سب بڑی چیز اس نیا میں ف ایک ہے، اور وہ مشکل حالات ۔

ر ہے

ایک روایت صحیح ا ری (ب ا) ا ا (ب ا)اور امام احمد میں آ ہے۔ا ری کے ا ظ یہ : #M : 'B.>?#R ? #4 DV (فتح ا ری ٦/١٦٨)یعنی ا ان پر تا ہے جو حب میں ز وں میں (ھے) ا ں گے۔ اور روا ں میں 70 اور 84 کے ا ظ آ ۔یعنی وہ اور ہا لے جا جائیں گے۔

اس حدیث میں کچھ اہل ایمان کے سا ملہ کا ذکر ہے وہ آحرت میں پیش آنے والا ملہ نہیں ہے بلکہ آحرت پہلے ا نیا میں پیش آنے والا ملہ ہے۔ ں ز کا لفظ را رکن حالات (compulsive situation) کی تعبیر ہے۔اس کا مطلب یہ ہے کہ کچھ لوگوں کے سا ایسے رانہ حالات پیش آئیں گے کہ اُن کے لیے اس کے اکو راستہ باقی نہ رہے گا کہ وہ خدا پرستی اور آحرت پسندی کی زندگی اختیار کر اور اس طرح گویا ھے ھے حب میں پہنچ جائیں۔

یہ ش قسمتی اُن افرا کے میں آ گی کے ل میں اخلاص اور حسن نیت کی ری موجو ۔ا لوگوں کے ل میں اس کی استعدا یکھے گا اُن کی قدر افزا اس طرح کرے گا کہ اُن کے لیے ایسے حالات اکر ے گا جو اُنہیں عاً وکر خدا پرستانہ ا ل کی طرف لے جانے والے ں۔ کا جنتی ز جانا اُس شخص کے میں آتا ہے کے اندر یہ صلاحب کہ وہ کے وقت ا کی طرف رجوع کرے۔ کے ل کو اس طرح نرم کرے کہ وہ ا کی یا کرنے والا جا ۔

اگر لوگوں کے اندر فریا اور یت کا ذ تو ف ہے۔اور اگر لوگوں کے اندر محا ُ کا ذ اکرے تو وہ اُن کے لیے ر کا سب جا گی۔

ا

اسلام کے طریقہ کا ایک پہلو یہ کہ آپ کی نظر ہمیشہ حقا پر ، نہ کہ اہر پر۔ اہر میں اگر خبری کی پر کو فرق جا تو اس کو آپ نا قابل ظ ۔البتہ ا والی باتوں کے بارے میں آپ کا رویہ ہمیشہ سخت تا ۔

اسلام کے آخری کا ایک واقعہ ری، ،ا ا میں ڑے ڑے فرق کے سا آیا ہے۔ یہ آپ کی زندگی کا آخری سال ۔آپ کا فریضہ ا کرنے کے میں ۔لوگ آپ کے پاس آ اور کے مسائل ریافت کر ۔کو کہ م نہ چنانچہ میں نے ذ کرنے پہلے بال منڈا لیا۔کو کہ میں نے رمی پہلے نحر (قربانی) کر لی، و ہ۔آپ ہر ایک کہ کر لو، کو حرج نہیں۔ا طرح بار بار لوگ آ رہے اور اور تاخیر کی بابت ال کر رہے۔آپ ہر ایک یہی کہ کو حرج نہیں، کو حرج نہیں،

V# , X(ا ا ۲ /۲۱۷، ۲۱۸)

ا ا کی روایت میں مزید ان ا ظ کا اضافہ ہے: کر لو کو حرج نہیں۔ حرج تو اس شخص کے لیے ہے جو ایک ن کو عزت کرے۔ ایسا شخص ظالم ہے۔ یہی وہ شخص ہے نے حرج اور ک ا۔

میں ا ا نی کی ہے، نہ کہ اہر کی۔ ایک شخص ظاہری چیزوں کا زبر ست ا م کرے مگر ی پہلو کے ملہ میں وہ غافل تو ایسا شخص اسلام کی نظر میں جا گا۔

ا ہمیشہ آ می کی نیت کو یکھتا ہے۔ نیت اگر اچھی ہے تو ظاہری چیزوں میں یا فرق کو نظر انداز کر یا جاتا ہے۔ اگر آ می کی نیت اچھی نہ تو ا کی نظر میں اُس کی کو نہیں، اہ اُس نے اہر کے ملہ میں زیا ہ ا م کر ر ۔ظاہری ش نما انسان فریب میں آ ہے مگر ظاہری ش نما کی خدا کے نز یک کو و نہیں۔

پذیری

کسی انسان کو جب کی معرفت حا ہے اور اس کی چ ایمانی چ جا ہے تو فطری رپر ایسا تا ہے کہ وہ ایک ہ انسان جا تا ہے۔ا ایمانی گی کا ایک پہلو وہ ہے کو پذیری جا ہے۔قرآن میں اس کے لیے مختلف ا ظ آ ۔ تذ*((الزمر ۹) ا ر(أ ٭ ن ۲۱) تو (ا ۷۵)، و ہ۔ا طرح حدیث میں ا کے ا ظ وار

۔V^ E -; #Y K Ḃ (%ۃ المصابح ۳/ ۱۴۷۲) یعنی ی خامو چ کی خامو اور ا یکھنا عبرت کا یکھنا ۔

ایمان یا کی معرفت بذات ا نو کی ایک چیز ہے۔ ایمانی معرفت ہے۔ وہ یہ ہے کہ آ می قات پر غور کر کے خالق کو ریافت کرے۔ وہ یکھنے والی نیا کے اندر کی نیا کو پالے۔ قرآن کے ا ظ میں، وہ آیات (خار نشا ں) کے ذریعہ ا حقیقتوں کو جان لے۔ وہ رت کے سا ت کی استعدا حا کر لے۔

تدبرو مومن کا عام مزاج تا ہے۔ اُس کا یہ مزاج ہمیشہ اور ہر قا ر ہے۔ یہ مزاج اُس کو ائمی رپرا کی یا کرنے والا ہے۔ وہ ہر ن ایسی با ریافت کرتا ر ہے جو اُس کے ایمان و یقین میں اضافہ کرنے والی ں۔ و ے لوگ اہر میں ف اہر کو یکھتے ، مگر مومن ا اس مزاج کی پر اہر میں حقا کو ریافت کر لیا ہے۔ تدبر اور کے اس عمل کے لیے کسی تنہا یا مخصوص مقام کی ضرورت نہیں۔ یہ عمل مومن کے ماغ میں ہر لمحہ جاری ر ہے، حتیٰ کہ نیا کے ے موں میں وہ اُس نہیں تا۔

پذیری مومن کی روحانی راک ہے۔ مومن کے لیے ما ی غذا اگر نی یت کا ذریعہ ہے تو عبرت و اُس کے لیے روحانی غذا کی رکھی ہے۔ ما ی غذا کے بغیر صحت مند نہیں رہ ، ا طرح فکری غذا کے بغیر روحانیت کا ار ء نہیں۔

سب   بڑی قربانی

عبدا   وا . ا!   ا   باپ   ا   ا ا کی یہ روایت نقل کر   کہ ر ل ا صلی

ا   و   کے مو   میں   ری   م گاہ پر   میں آ   ۔ہم   ۂ او   پر   ا   کے قریب

ے   ۔آپ ا   اونٹ پر   اور ا   زید   حارثہ کو   ۔آپ

نے ہم کو توحید کی طرف   ت ی۔ خدا کی   ، ہم نے آپ کو کو   جواب نہیں   یا اور ہم نے اچھا نہیں

۔ہم آپ کے بارے میں   اور یہ   کہ آپ   کے مو   میں لوگوں کو ا

کی   ت   ۔آپ   رے پاس   ے   کر   ت   رہے اور ہم چپ چاپ

سنے رہے۔ اس وقت   رے سا   ہ   وق ا!   ۔ ا   ں نے ہم   کہ میں

خدا کی   کر   ں کہ اگر ہم اس آ می کی   کر   اور اس کو لے جا کر ا   قافلہ کے سح

ائیں تو یہ بڑا اہم   گا۔ خدا کی   ، اس کا   غالب   کر رہے گا۔   ں تک کہ وہ ہر   پہنچ

جا   گا۔   کے لوگوں نے   کہ اس کو چھوڑو، ایسی بات   ں   کو ہم میں   کو

ما   والا نہیں۔

ر ل ا صلی ا   و   یہ بات   کر   ہ کے بارے میں   امید   گئے۔ آپ نے ان

مزید   کی۔   ہ نے جواب   یا کہ آپ کا   م   اچھا اور   رو   م ہے۔   اگر میں اس

کو مان لوں تو   ی قوم   ی مخالف   جا   گی۔ اور آ می ہمیشہ ا   قوم کے سا   تا ہے۔   ں کہ

قوم اگر مد نہ کرے تو   ں   مد کی   امید کی جا سکتی ہے۔ ا/ ۹۳۔

سب   بڑی قربانی یہ ہے کہ کو شخص ا   قوم کی روش کے خلاف ایک روش اختیار کرے۔

وہ ا   قوم کے عام مزاج کے خلاف کام کرے۔ وہ ایسی بات   جو قوم کے وقار   ا   ۔ وہ

ایسی پا   کی   کرے جو قومی پا   مطا   نہ رکھی ۔ ایسا آ می ا   قوم   کٹ جاتا ہے۔

وہ   ا !ں کے رمیان ا   کر رہ جاتا ہے۔

ہر حال میں خیر

حدیث میں آیا ہے کہ ر ل ا صلی ا و نے فرمایا: ' #_ "[#P]

+ : : > ! a b, .# -_ "#P:EH;: #D$ 7 >#!

ملہ مومن کا (یعنی ب الزہد ، صحیح) 7 > #! S # E ;: EP

ہے۔ اُس کے لیے اُس کے ہر ملہ میں بھلا ہے۔ اور یہ مومن کے اکسی اور کے لیے نہیں۔ اگر اُس کو کو ہے تو وہ کرتا ہے وہ اُس کے لیے بھلا جا ہے۔ اور اگر اُس کو کو تکلیف پہنچتی ہے تو وہ صبر کرتا ہے وہ تکلیف اس کے لیے بھلا جا ہے۔

مومنانہ روش یہ ہے کہ اگر کسی آ می کو ملے تو وہ اُس پر فخر کرے۔ اور اگر اُس کو تکلیف تو وہ ما کا ر جا ۔ یہ ونوں حا یکساں ر پر ا کی حا ۔ اس کے بر مومنانہ روش یہ ہے کہ آ می کو ملے تو اُس کا کے جذبہ جا ۔ اور اگر اُس کو تکلیف کا بہ تو وہ اُس کو ا کا کر اُس پر را رہے۔ یہی وہ چیز ہے کی طرف قرآن میں اس طرح کی گئی ہے: پس انسان کا حال یہ ہے کہ جب اُس کا رب اُس کو آزماتا ہے اور اُس کو عزت اور ہے تو وہ ہے کہ ے رب نے مجھ کو عزت ی۔ اور جب وہ اُس کو آزماتا ہے اور اُس کا رزق اُس پر "کر ہے تو وہ ہے کہ ے رب نے مجھ کو ذلیل کر یا۔ (ا ۱۵۔۱۶)

موجو ہ نیا میں ا ا یہ نہیں ہے کہ آ می نے ہر کس حال میں زندگی گزاری، اچھے حال میں یا ے حال میں۔ ا ا کی بات یہ ہے کہ آ می حال میں اُس وہ تعلق با کی غذا لے سکے۔ زندگی کا ہر بہ اُس کو ا قریب کرنے والا ثابت ۔ اُس کی روح ہر رتِ حال ز* نی غذا رہے۔ کا ت کے ہر مشاہدہ میں وہ ا کا ہ یکھ سکے۔ زندگی کا ہر ش گوار بہ اُس کو ا کی ر کی یا لا ، اور زندگی کا ہر بہ اُس کے لیے کا سب بنتا رہے۔ ناکامی اُس کو خدا کی یا لا اور کامیا اُس کو خدا قریب کر ے۔

کاسب عدم عت

اسلام صلی ا و کی ایک حدیث ان ا ظ میں آ ہے: 8.#Q 'D5

احمد ب الزہد، ب الزکاۃ، ا مذی، ، ( )]0l - :# 8 ' 3+cJ ۲/۱٦۸/۱۷۳) یعنی وہ شخص کامیاب اجو اسلام لایا اور کو !رضرورت رزق ملا اور وہ اُس پر قانع گیا جوا نے اُس کو یا۔

اس حدیث میں عت کا ذکر ہے۔ عت کی نفسیات اگر کسی کے اندر ری طرح ا جا تو وہ اُس کو مکمل ر پر امن پسند ے گی۔ اس کے بر لوگوں کے اندر عت کی نفسیات نہ وہ ا حالت پر ر گے اور آحر کار جھنجھلاہٹ میں کر متشد انہ کارروا وع کر گے تا کہ چیز کو وہ امن ر پر حا نہ کر سکے اُس کو وہ کی طاقت حا کرلیں۔ یہ ہے کہ عت امن کا مزاج ا تا ہے اور عدم عت کا مزاج۔

عت کا جذبہ آ می کے اندر یہ نفسیات ا کرتا ہے کہ وہ ایک پایا ا انسان ہے۔ اور جو آ می ا آپ کو پایا ا انسان وہ جھنجھلاہٹ اور کا رنہیں ۔

اس کے بر ملہ اس انسان کا ہے جو عدم عت کی نفسیات میں ۔ وہ ہمیشہ احساس محرومی کا ر رہے گا۔ اُس کا یہ احساس اُس کو اُ گا کہ جو کچھ اُس نے نہیں پایا اُس کو وہ حا کرنے کی کو کرے۔ اب اگر اُس نے یکھا کہ وہ ا نہ پا چیز کو پر امن طریقہ حا نہیں کر تو وہ کے طریقوں کو ا ل کر کے اُس کو حا کرنا چاہے گا۔

وہ اُن م لوگوں کو ا شمن لے گا کو وہ ا خیال کے مطا ، ا اہش کی راہ میں رکاوٹ سمجھتا ہے۔ وہ اُن لوگوں نفرت کرے گا۔ وہ اُن لوگوں کے خلاف لڑنے کے لیے ہتھیار کرے گا۔ حالانکہ یہ سب گا اس بات کا کہ وہ خدا کے یے پر را نہ سکا، وہ عت کے عدم عت کا ر گیا۔

مدح،

احا یث میں ت یہ کی گئی ہے کہ کسی کی مدح نہ کرو۔ ر ل ا صلی ا

و نے فرمایا کہ #:#1-5#. #, " #&, &l 5#,#) صحیح ، ب

الزہد) یعنی جب مدح کرنے والوں کو تو اُن کے پر مٹی ڈال و۔ ا طرح ایک روایت

میں آیا ہے D%4# E #: : D5?^ e : . , :! Cf

و ا صلی ا ل ر یعنی (ات ب+0 ری، صحیح) #lg5; 8#5; 1

نے ' کہ ایک شخص و ے شخص کی #یف کر رہا ہے اور اُس کی #یف میں وہ مبالغہ کر رہا ہے۔ آپ

نے فرمایا کہ نے اس شخص کو ک کر یا یا یہ فرمایا کہ نے اُس کی تو ڑ ی۔

ا طرح 4321 ثانی عمر فاروق ر ا عنہ کے بارہ میں ایک روایت میں آیا ہے کہ اُ ں

نے #: . @n 0#b #03 #,-h0 (۔یعنی مدح کرنا آ می کو

ذ کرنا ہے۔ ا طرح ایک روایت میں آیا ہے کہ ت عمر نے ایک شخص کو و ے شخص کی #یف

کر ' تو اُ ں نے : #F ! :# 0#b #03

#,-h0) یعنی نے اُس شخص کو ذ کر یا، ا تمہارے سا ایسا کرے۔

حدیث اور آ ثار کی ں میں اس طرح کی روا آ ۔ اُن م تا ہے

کہ مدح کا طریقہ مزاج کے خلاف ہے۔ اوقات اعتراف واقعہ یا اور کسی مصلحت کسی کی

#یف کی جاسکتی ہے۔ مگر عمومی ر پر اسلام میں اُس چیز کو سخت نا پسند گیا ہے کو مدح انی یا

قصیدہ گو جاتا ہے۔ اس کی #یف ما ح کے لیے مصلحت پرستی ہے اور ممدوح کے لیے اُس کو

5 6 کی غذا ینا ہے۔ اس لیے یہ فعل ما ح اور ممدوح ونوں کے لیے کت $ ہے۔

تاہم یہ بات قابل غور ہے کہ احا یث میں #یف کی مذمت تو کی گئی ہے مگر کی مذمت

نہیں کی گئی۔ غا کو صحیح حدیث ایسی نہیں میں کے فعل کو اُس طرح مطلق ر پر مذموم

قرار یا گیا طرح مدح کو مذموم قرار یا گیا ہے۔ بلکہ اس کے بر کی صلہ افزا کی گئی ہے۔ حد ل میں ن کے ذریعہ ا$^{+}$7 کا آیا ہے اور اُس کو ایمان کی لازمی مت یا گیا ہے۔ا طرح حدیث میں یا گیا ہے کہ سلطان کے سامنے ایک ا جہا ہے، و ہ۔

ظاہر ہے کہ اس کا کام کی زبان میں گا، نہ کہ #یف کی زبان میں۔ جب ایک شخص کسی برا کو یکھے، اہ برا کرنے والا کو عام آمی یا خاص آمی، اور وہ اُس کے خلاف نی جہا کرے تو یہ نی جہا %و فعل گا کو جا تا ہے۔ نقد یا را نی جہا کا و انام ہے۔

اب ال یہ ہے کہ یعت میں مدح اور کے رمیان یہ فرق ل گیا ہے۔ اس فرق کا سب یہ ہے کہ مدح ایک اخلاقی برا ہے جب کہ ایک ا ر کی اور اخلاقی ہے۔ کسی ہ میں مدح کا رواج رے ہ کو منا !کا ہ ہے۔ اس کے مقا میں سماج میں اور اختلاف کو سے کا مزاج وہ ہ ذ اور فکری ترقی کی طرف رواں واں ر ہے۔

ایک ا ب کا عمل ہے۔ زندہ ہ کی مت ہے۔ کسی ہ میں کا عمل نہ نایا کو اسمجھنا ف اُس وقت تا ہے جب کہ ہ زوال کا ر گیا ۔ وہ زندگی کی حرارت بیٹھا ۔ ذ کے سا چنے کی صلاحیت اُس کے اندر باقی نہ ر ۔ کی ایک اور فکری کی ہے۔ ہر کی ترقی کی واحد ضمانت ہے۔ ہ میں نہ وہ ہ ترقی نہیں کر ۔ا طرح جو ہ محروم جا وہ اور فکری ترقی محروم جا گا۔

اس ملہ کی تفصیل میں نے ا ب انسانیت کے باب حریت فکر'' میں ن کی ہے اور اسلام کے ور اول کی مثالوں اُس کو وا ہے۔ تاہم اور میں زیا ہ فرق

ہے۔ ں تک کہ یہ رست گا کہ مکمل رپر جائز ہے اور مکمل رپر نا جائز۔

بلا ایک ب چیز ہے اور بلا ایک ب چیز۔

را اختلاف کا و انام ہے۔ حقا و وا ت کی روشنی میں خالص مو عی انداز میں کسی ملہ کا & یہ کرنا وہ چیز ہے کو جاتا ہے۔ اہ ہر کسی شخص کے ا "رو آراء کے الہ ، مگرا کے ا ر وہ ملہ کی ا لی وضاحت ہے۔ اُس میں غلط اور صحیح کے رمیان بل تا ہے، نہ کہ ایک شخص اور و ے شخص کے رمیان۔

اس کے بر ایک شخصی ' جو ہے۔ کرنے والے کے سامنے ا) کسی ا : کی وضاحت نہیں بلکہ ایک شخص کی تذلیل اور تحقیر ہے کو اُس نے کسی و ا مخالف لیا ہے۔ ف ایک اخلاقی فعل ہے، وہ کسی ر میں کو واقعہ نہیں۔ کا عمل اگر ا ل کی بنیا پر تا ہے تو کا عمل کسی شخص کے خلاف ذا ;6* و کی بنیا پر۔

لا کا سفر

لا میں ٹر نڈرم ۲۰ "مسر کے فاصلہ پر ایک بڑا آ م ہے کا نام شانتی گری آ م ہے۔اس آ م کے بانی اور گرو کا نام بر ی کرونا کرا گرو ہے۔ قت (یران کی عمر ۳۷ سال ۔یہ آ م ۱۹۶۸ میں قا گیا۔اس آ م میں ہر سال اس کا سالانہ تا ہے۔

اس کے کی طرف اس میں کت کے لیے مد گیا۔اس کے مطا ، میں نے لا کا سفر ۔۲۸ فروری ۱۹۹۹ کی صبح کو ہلی روا ۔

۲۸ فروری ۱۹۹۹ء کی صبح کو ساڑھے پانچ # ہلی ایر رٹ ۔نیا ائر رٹ اس طرح یا گیا ہے کہ وہ ایک بڑے ہال کی مانند ہے۔میں اُس کے اندر ا اتو اُس کی وسعت ے ذ میں صحرا حیات کی وسعت میں *یل گئی۔

میں نے چا کہ موجو ہ نیا میں انسان گویا ایک صحرا میں ا اہے۔وہ راز حیات جا چا ہے مگر کو رخت یا +ڑ اُس نہیں ۔کو ستارہ یا* رہ اُس ہم م نہیں تا۔اس خاموش نیا میں وہ حیران ا اہے۔اس کے اس کے سامنے خدا کا آ تا ہے۔وہ ہے کہ میں خدا کا فرستا ہ ں اور کو خدا کا یہ پیغام ں۔

انسان کے لیے یہ راحت ہے۔ ہ کے ا ر ں آ مگر ان کی اور ان کا پیغام تار کے اند وں میں گم ہے۔ ں ف ایک قابل یقین ہے اور وہ محمد عبدا عبدا ‍ﷺ 62 ۔ایک روح کے لیے یہ بلا ایک ہے۔

ڈا کانت پا # نے ش کے جب اسلام کو پایا تو وہ چیخ ا :

What a relief to find after all a truly historical Prophet to believe in.

ہلی انڈ ائر لائنز کی ئٹ کے ذریعہ روا ۔یہ جہاز بمبئی ٹر نڈرم جاتا ہے۔

ئٹ نمبر ۱۶۷ کے اندر میں بیٹھا ا ۔ا جہاز ائر رٹ پر ا ۔ جہاز کے اندر لوگ آ اور جا ے رہے ۔ ہر ایک ا سیٹ تک کے لیے گرم ۔ اس رمیان میں ایک آ می کا $ و ے آ می اگیا۔ والے نے : sorry، و ے نے : no problem، اور بات ختم گئی۔ یہ پڑھے لوگوں کا ہے۔ اس کے بر پڑھے لوگوں کا یہ ہے کہ ایسے موقع پر ایک شخص گا اندھے ” و ا لے گا گدھے “۔ اور ونوں ایک و ے لڑنے گے۔ ہر آ می کے لیے سب پہلی اہم چیز یہ ہے کہ وہ تعلیم حا کرے۔ مگر بات ہے کہ $ستان میں یہی چیز سب کم ہے۔ % $ستان کی م حرا ں کی جڑ ری قوم کا تعلیم میں ا ا نا ہے۔

۱۹۴۷ ے پہلے ایک ا تعلیم یا شخص نے مہا گاندھی کہ آپ پہلے لوگوں کو لا ۔ اس کے آزا ی لا ۔ ورنہ آزا ی آپ کے لیے @ ! کر رہ جا گی۔ گاندھی نے جواب یا کہ ے کے لوگ ا 6 مگر وہ اگیانی نہیں ۔ بہ نے یا کہ ا 6 لوگ ہمیشہ اگیانی ۔

جہاز کے اندر ایک صاحب نے ا حسب لر فون نکالا اور ایک لمحہ میں ربط قا کر کے باہر کسی بات کرنے لگے۔ اس وقت ایک احساس ے ل میں ا ا۔ ے سامنے ری جدید نیا ا م تر ں کے سا گھوم گئی۔ میں نے چا کہ یہ م تر ں زمین کے اندر تھیں۔ لی کو لوگوں نے ان امکانات کو باہر نکالا اور ان کو قابل ا ل یا وہ سب کی سب مغر قومیں تھیں۔ اس کے قدر ر پر ایسا ا کہ وہ نیا کے م مواقع پر قا ۔ ایک شخص کے ا ظ میں وہ م نیا کا مکھن گئے۔ ن سال زیا ہ عرصہ ان قوموں ان کی یہ چھیننے کے قربانی کی حد تک جا کر کو کر رہے ، مگر وہ صدفی صد نا کام ۔

میں نے چا کہ یہ جو کچھ رہا ہے، قانون فطرت کے رہا ہے۔ وہ ان م ما ی

تر ں کو وجو میں لا اس قانون فطرت کے مطا ،وہ ت نیا کے مالک %
۔قرآن کے مطا ،آخرت میں ایسے لوگوں کو کچھ والا نہیں ہے (الاحقاف ۲۰)۔

رے نام & انقلا نے یہ چاہا کہ وہ انہیں ان ت نیا محروم کر ۔ایسا نا نہ ۔ نوں کو کچھ بغیر ونوں نیا کی ت حا جائیں اور ان ما ی قوموں کو ساری کے باجو نیا کی ت نہ ،ایسا نا قانون ا کے نہ ۔اس لیے ر ں کی کو BBA ا ل کا ر کر رہ ۔

اس ملہ کی ایک متی مثال فلسطین ہے۔ ن سیکڑوں سال اس قہ پر قا ۔مگر وہ فلسطین کو وہ ما ی ترقی نہ ے سکے جو یہو ں نے اس کو ی۔اب یہ کہ نوں کو کے بغیر سب کچھ مل جا اور یہو ں کو کے باوجو کچھ نہ ملے۔

۲۸ فروری ۱۹۹۹ کی و ,کو جہاز ٹر نڈرم ۔ ں پچر ا۳۱ ڈگری گریڈ جب کہ ۳۵ ہزار فٹ کی ی پراڑ جہاز کا C٘ حرارت زیرو نیچے ۔جو لوگ فکری کے حامل ں وہ ہمیشہ ٹھنڈے مزاج کے اور جو -ذ ں وہ گرم مزاج کے۔

۲۸ فروری کی و ,کو ساڑھے گیارہ #جب میں ٹر نڈرم تو ں بڑی .ا میں لوگ ائر رٹ پر موجو ،ڈا گو نا /،پرو کر ،و ہ۔ائر رٹ روانہ کر آ م ۔

لا حد سبز ریاست ہے۔ ک کے ونوں طرف باغ منا ۔اس سبز ما ل میں ۲۰ مسر کا سفر کر کے ہم لوگ آ م ۔سا گی اور امن کا ما ل ۔ہر طرف روحانیت فضا ۔ لا کے لوگ سا ہ مزاج ۔ان میں منا ! والی برا نہیں۔وہ پر امن شہری کی مثال نظر آ ۔ ں کے &رت ہا س میں ایا گیا ۔چاروں طرف سبز ما ل ۔ ں لوگ ملے۔ا تعلیم یا ،ا عہدیدار اور بڑے تاجر سب یکساں ر پر با سا ہ نظر آ ۔ رف پہلے کو پہچان نہیں کہ وہ کو بڑے آ می ۔

آ م کے ہا س میں ضیافت کے ر پر سب پہلے ناریل کا پانی پیش گیا۔ ناریل کا پانی ایک قدر وب ہے۔ ناریل کا رخت را کا راایک کا قدر کارخانہ ہے۔ اس کی ہر چیز اورکارآمد ہے۔ ناریل کے رخت کی ت اگر ن کی جائیں تو راسفرنامہ ا جا ۔ ناریل کے ل کے اندراس کا پانی ر ہے اس کی حیرت انگیز حد تک با@ ! ہے۔ کے اندر یہ پانی تا ہے۔ اس کے اوپر کا ل&یت سخت تا ہے۔ وہ مشکل ہے۔ مگر اس&یت سخت ل کے ے پر حیرت انگیز ر پر ایک نرم راخ تا ہے جو&یت آسانی کھل جاتا ہے اوراس کے ذریعہ پانی نکال کر0 جا ہے۔ یہ راخ اس بات کا یقینی ت ہے کہ اس کا ت کا خالق ایک عاقل اور باشعور ہے۔ اس راخ میں جو ہے وہ باشعور خالق کے بغیر نہیں سکتی۔ موجو ہ زمانہ میں وبات کے 1 میں % یہی تکنیک ا ل کی جا ہے۔ اوراس کے ایک رے چھو نرم جا ہے جہاں راخ کر کے وبات کوا ل جاسکے۔

۲۸ فروری کو کی نماز فارغ کر میں آ م کے ہا س میں بیٹھا ں۔ چاروں طرف ور ور تک سبزہ سبزہ ے رہا ہے۔ ں نہ رہے اور نہ ھواں اور نہ جدید زندگی کے اعصاب 2 مسائل۔ ایک لمحہ کے خیال آیا کہ اس &رت اور پرسکون ما ل میں ر ' اچھا ہے۔ مگر س اکہ یہ چ رست نہیں۔ اس کے پرسکون ما ل میں آرام کی زندگی گزارنا کو اچھی چیز نہیں۔ نفسیا مطالعہ تا ہے کہ ذ سکون کے مقا میں ذ اضطراب زیا ہ ا حالت ہے۔ ذ سکون کی حالت میں ر ' ہر اچھا ہے مگر وہ اس پر تا ہے کہ آ می کی ذ ترقی رک جا ۔ فکری ار ء ہمیشہ فانی حالات میں تا ہے، نہ کہ پرسکون حالات میں۔

ڈا گو نا / نے آ م کے قریب گھر لیا ہے۔ وہ ں ایک پرسکون زندگی گزار رہے ۔ میں نے چا کہ اگر میں ں ایک گھر کر پرسکون زندگی گزار رہا تا تو میں اس فکری

انقلاب تک نہ پہنچتا کا ی زندگی میں الرسالہ مشن کی رت میں ظاہر ا۔

لا کے ایک تعلیم یا $و میں نے چھا کہ لا میں اس طرح کی

گی کی (یک ر ہے جو ب یا یا آسام میں ر ہے۔ا ں نے فوراً کہ

نہیں (Not at all)۔اس ا ر لا ایک قابل ریاست ہے۔ نیا کے ں میں

گی کی (ر وہ سب کی سب ف کی (۔ایک بڑے کا رہ

کر جو ترقی کی جاسکتی ہے وہ چھوٹا سے کی رت میں نہیں۔اس طرح چھوٹا نے کا واحد

فائدہ یہ ہے کہ ایک لیڈر صاحب کو پرا جانے لگے۔

اعام بہ ہے کہ اسکالر لوگوں میں فکری ار ء جاری ر ہے جب کہ مذ لوگوں

میں اس طرح فکری ار ءنہیں تا۔مذ کے لوگ عام ر پر ذ ا کا رر) ۔

میں ا رہا ں کہ اس کا سب ہے، ں اس کا سب م ا۔وہ یہ کہ لرلوگوں

میں فری ڈ گ جاری ر ہے جب کہ مذ لوگوں میں فری ڈ گ کا عمل جاری نہیں تا۔

ں تعلیم یا $و ں ملاقات جو گرو کے گہرے ر پر معتقد ۔

میں نے ان جب کسی پر ال جواب کرنا چاہا تو ایک حد آگے جاری نہ رہ سکی۔

اس آ م میں ۲۴ کے اندر آ بار عبا ت ہے۔یہ عبا ت مسر جاپ کی رت میں

ہے۔مگر لوگوں کو گرو نے اس عبا ت کر یا ہے۔میں نے اس ا ءپر ال تو

کو اس پر زیا ہ کے لیے رنہیں ا۔ ہر ایک نے یہ کہہ کر بات ختم کر ی کہ ہر آ می کا الگ

تا ہے۔اور گرو ہر آ می کو پہچان کر اس کو ہدایت ے ۔اس پر مزید کے لیے وہ ر

نہیں ۔

ا طرح میں نے لوگوں چھا کہ گرو جب ا زبان یہ نہیں کہ میں

ں تو آپ لوگ ان کے بارہ میں ایسے ا ظ ں ! ۔مگر کو اس ال پر تفصیلی

کے لیے رنہ ا۔

یہی ملہ نوں کے ں پایا جاتا ہے۔آپ کسی عت یا کسی ا ارہ

میں جا ۔آپ اگر وہاں ان کی 9 شخصیتوں پر تفصیلی کرنا چاہ تو ایسا نا گا۔یا تو لوگ

بات نہیں کر گے یا بگڑ جائیں گے۔اس کا یہ گا کہ ہ نا جا گی۔

اس کے بر آپ لرلوگوں بات تو وہ غصہ نہیں ں گے۔ ں

ایک صاحب ملے جو رسٹی میں پڑھا ۔ا ں نے ا مضمون #%$ & سائنس یا۔میں

نے کہ آپ لوگ مو ع کو #%$ & سائنس ۔حالانکہ گہرا کے سا یکھا جا

تو پالی کا مضمون کو سا مضمون نہیں۔سا مضمون وہ ہے جو قابل

(verifiable) ۔جب کہ #%$ & سائنس میں کو نظریہ یا فارمولا قابل

(verifiable) نہیں۔اس طرح ان یر تک مگر وہ غصہ نہیں اور معتدل رپر

بات کر رہے۔ا فرق کا یہ ہے کہ مذ میں فکری ار ءرک جاتا ہے جب کہ لر

میں فکری ار ءکا عمل جاری ر ہے۔

ں میکسیکو کے ایک نوجوان جان میکسیکو ملاقات ۔ا ں نے کہ میں نے

میکسیکو میں میڈ "J ا کے وران ایک گرو کی ا یکھی۔میں ان کو جانتا نہیں ۔ میں نے

مرا تو $ستان کا نقشہ ے سامنے آ گیا۔ میں چھتے چھتے اس آ م تک ۔

اس کے قصے ت $وگرو ں کے ں پھیلے ۔ا طرح ا

کے قصے بزرگوں کے ں پھیلے ۔ ن $وگرو ں کے ں کو غلط

اور ا بزرگوں کے قصے کو صحیح ۔مگر یہ طریقہ ا ہے۔آپ یا تو ونوں کی

ں کو رست ئیں یا ونوں کی ں کو بنیا قرار ۔ایک کو ما اور و ے کو ر

کرنا رست نہیں۔

ں ار و والا کو نہ ۔اس لیے ہمیشہ انگریزی میں ر ۔ایک صاحب

کر میں نے کہ ی زندگی کے بات میں ایک بہ یہ ہے کہ فطرت

انحراف اس نیا میں سب زیا ہ ہے۔فطرت انحراف کی بدتر اہر ایک کو لازمی
ر پر بھگتنا پڑتا ہے، فر کو اور قوم کو ۔

عشاء کا وقت اتو الگ الگ اذانوں کی آواز سنا ۔ م اکہ ں
۔یہ آواز لا ڈاسپیکر کی اور کافی ور آر ۔یہ آ م کے و قہ
کے باہر ۔ ور نے کی و ان کی لا ڈاسپیکر پر ی اذان ف رات کو سنا
ہے، ن کو نہیں۔

ٹر ینڈرم ائر رٹ شانتی گری آ م آ رمیان کے قہ میں یا گیا
کہ وہاں نوں کی ا یت ہے۔تاہم ں کو $ واور نہیں۔ ونوں ایک زبان
! ۔ ل مشا ہے۔ ں یت کا وہ ذ نہیں پایا جاتا جو شمالی $ کے قوں
میں پایا جاتا ہے۔

کے و نا / میں نے چھا کہ $ وگرو ں کے ں پا ں جا پا جا ہے۔
اس کی ا ں ہے۔میں نے کہ جہاں تک ی مات کا تعلق ہے، وہ ویدوں میں یا
میں نہیں ہے۔ وہ اس کی ا نہ سکے۔گرو ورشپ کے رواج نے غا 6'K ورشپ
(foot worship) اکی۔ا مذاہب کے موجو ہ رواج ان کی ا ں میں
موجو نہیں۔

یکم مارچ ۱۹۹۹ کی صبح کو ساڑھے نو #ا پروگرام وع ا۔آ م کی مین نگ کے
سامنے و میدان میں ہزاروں کی .ا میں رت اور مر ے پہنے ۔پہلے لم
میں ایک گیت گایا گیا کو میں نہ سکا۔ گرو نے لم میں کچھ ۔ ں ترجمہ کا ا م نہ ،
اس کو میں نہ سکا۔ ں یا تو لم زبان لی جار یا انگریزی۔

اس میں گرو آ کر اسٹیج پر ۔سب پہلے ان کے سامنے 6'K نے کا
اپیش گیا۔ چھنے پر م اکہ یہ گرو کے پا ں کی نقل ہے۔ایک تعلیم یا $ ونے

کہ یہ گرو کی فرمائش پرنہیں ہے بلکہ ان کے ت مندلوگ ا جذبہ کے اس کو پیش کررہے ۔

میں نے پایا کہ ا مذاہب میں جور م ان کے بارہ میں ال جا تو وہ فوراً معذرت اہانہ انداز اختیار کرلیے ۔اسلام کے اہر مذہب میں اس کی چیز جو اورسائنٹفک ورمیں ان کی یت لوگوں کے لیے نا قابل فہم گئی ہے۔میں ف ہ کی پر نہیں بلکہ ذا "کی پر ں کہ یہ ف اسلام ہے جوسائنٹفک ور کے رپر رااترتا ہے۔ میں نے یہ بات مذکورہ $و (تو وہ خاموش رہے۔

گاہ میں اسٹیج پرلوبان و ہ یا گیا۔اس رے ہال میں ایک خاص کا ھواں پھیل گیا۔میں نے ا پاس $و چھا کہ اس ھوئیں کا مقصد ہے۔ا ں نے کہ ما ل کو پاک کرنے کے لیے (to purify the atmosphere)۔میں نے کہ سائنٹفک ورکا انسان اس کو ایک air pollution کا گا۔ا ں نے جواب یا کہ وہ ما ی لوگ ۔وہ روحانی باتوں کونہیں ۔اس کا و امطلب یہ ہے کہ مذہب نا قابل فہم ہےاور "قابل فہم۔

ےقریب وتعلیم یا $وآپس میں بات کررہے ۔ان میں ایک کو ن کا ۔ کے وران ایک مل کا ذکر ا۔ و ے نے کہ کو ن کی مل جوکہ برلا گروپ کی ہے، پرابلم کی و گئی:

It is now closed down because of labour problem.

یہ رت حال سارے میں ہے۔ ۴۰ سال رے میں یہ ہے۔ لوگ ا ی عمل کی س ترقی کا ذکر کر ۔مگر کو یہ نہیں تا کہ اس کی و ہے۔اس کی و فطری قوانین میں ہے۔ ان قوانین نے لوگوں کو آخری حد تک ق شناس (right-conscious) یا ہے۔

*واوران کے سا ں نے آزا ی کے $ستان میں شلسٹ اکانومی کے ا ل کو

اختیار ۔اس کے ایک طرف ا ی عمل میں کاری لوگوں کو لی اختیارات ے گئے۔ و ی طرف ق کے نام پر شمار قانون اور ضابطے گئے۔ یہ مارکسی کے زیراثر ۔مارکسی کے مطا ،ا ی نزاعات میں نام& مایہ ار ہمیشہ نا پر تا ہے اورمز ور ہمیشہ پر۔ مایہ ار ہمیشہ ظالم تا ہے اورمز ور ہمیشہ م۔اس بنیا نظریہ نے رے کی ا یات کو ہ کر کے رکھ یا۔

چند $و ں کی ایک میں میں نے کہ امشن $و۔ کے رمیان +ملاپ ا کرنا ہے۔ میں ایک ن ں اور اسلام کو کامل صداقت سمجھتا ں۔ مگر سما اور قومی زندگی میں معتدل تعلقات کی فضا نا ضروری ہے۔ اس کے لیے میں طرح نوں کے ں میں جاتا ں ا طرح و ے مذ ,ں کے میں جاتا ں۔ زر صحافت نے اس کو شہ یا۔ ے خلاف با چھاپ کر پھیلا ۔حتیٰ کہ کچھ جاہل کے لوگوں نے یہ ا ن کر یا کہ میں خدانخواستہ ن رشدی ں اور ے سا اس کا سلوک جانا چا -۔اس پر ایک تعلیم یا $و نے کہ گھبرا نہیں، یہ)رت ہے ں کو خمینی نہیں، آپ انڈیا میں ظ :

Do not fear. It is India. Here is no Khomeini. You are safe in India.

یہ کر سخت جھٹکا#۔موجو ہ زمانہ میں ایک ن ایک میں زیا ہ ظ ہے۔مگر وہ میں ظ نہیں۔ یہ بات ہے۔ جب کہ اسلام میں کامل آزا ی ہے۔ میں نے ان لوگوں کہ اس کی بنیا پر آپ اسلام کے بارے میں را قا نہ کر ۔ یہ نوں کا فعل ہے، یہ اسلام کی تعلیم نہیں۔ میں نے قرآن کی ایک آیت سنا ۔اس کو کر وہ ش ۔میں نے کہ انڈیا کی مت نے ن رشدی کو ویزا یا ہے اس پر کچھ ن رکررہے کہ ن رشدی کو ں نہ آنے و۔

مگر اس کی رت حال قد مد میں ا ۔اس وقت عرب میں ک جو اسلام

کے شمن گئے ۔وہ اسلام پر حملے کر ۔ان میں کچھ $ نے مد آنا چاہا۔اس پر
نوں کو اختلاف ا۔ اس وقت قرآن میں یہ آیت اتری کہ اگر $ میں کو
تمہارے ں آنا چاہے تو اس کو آنے و......(ا بہ ٦)

یکم مارچ کی و ,کو ی یر ۔مجھ کو پیس اور ہارمنی کا مو ع یا گیا ۔میں نے انگریزی میں ایک یر کی۔ اس میں قرآن اور حدیث کے الہ یا کہ اسلام امن اور اور انسانیت کا مذہب ہے۔ خدانے جو مذہب عا+ کا ت میں قا ہے اُ کو اس نے قرآن کی رت میں ہے۔

Peaceful co-existence is the only
religion for both man and the universe.

یکم مارچ کو گاہ نکل کر رہائش گاہ کی طرف جانا ۔کار لا کر ی کی گئ۔ اس وقت ے پا ں میں جوتا نہیں ۔میں نے کہ میں ل جا ں گا۔ اور کار چھوڑ کر رہائش گاہ کی طرف ل روانہ ا۔ راستہ میں سنگریزے ۔مگر ان سنگریزوں میں ایک کا ل (فطری) س رہا ۔چنانچہ میں ننگے پا ں اس پر رہا۔ ایک سا نے کہ آپ ان سنگریزوں پر ننگے پا ں رہے ۔میں نے کہ یہ ل کارپٹ ہے اور عی کارپٹ زیا ہ بہتر ہے۔ میں نے کہ یہ سنگریزے 3ل م :

These stones are like flowers.

یہ بات میں نے کی (، نہ کہ آ م کی ۔اب کو ش ہ آ می اس کو آ م جوڑ ے تو وہ گا کہ ، ں مولانا اس آ م میں آ ۔ان کو ں کے سنگریزے تک 3ل کے روپ میں یے۔ اخیال ہے کہ بزرگوں کے بارے میں کراما قصے ا طرح % ۔

بزرگوں کی کرامات کی جو طلسما نیاں نوں میں ر ، اُ کی نیاں $و ں میں مزید اضافہ کے سا ر ۔ ن ان ں کو ا بزرگوں کی کی

لیل ۔اگر یہ لیل صحیح تو ا لیل انہیں $و ں کے اکابر کو طلسما کا حامل ما چا -۔ذا رپر میں ونوں طرح کے ں کو ا سمجھتا ں۔اگر وہ فر تب تو ان کا ا ناوا ہے۔تاہم اگر وہ بالفرض رست ں تب وہ کسی شخص کی کا ت نہیں۔

شانتی گری آ م کا ر بڑا ہے۔ ور ور تک رخت اور سبزہ کا ما ل ہے۔ ں انسانوں کی آواز کم سنا ،البتہ چڑ ں کی آواز ا کانوں میں آ ۔ میں نے چا کہ ہلی میں لا ڈاسپیکر نے والی انسانی آواز سخت ناپسند ہے۔ چڑ ں کی آواز ں مجھ کو پسند ۔اس کی و غا یہ ہے کہ انسانوں کی آواز میں کشی کا تا ہے جب کہ چڑیاں ہمیشہ خدا کی حمد کے نغمے گا ۔

شانتی گری آ م کے گرو کی عمر ا ۲۷ سال ہے۔مگر وہ کافی%ور گئے ۔وہ زیا ہ ترا بستر پر لیسے ر) ۔وہ گاہ میں آ تو وہاں ڑی یر سہارا لے کر بیٹھے کے لیٹ گئے۔وہ وآ ں کا سہارا لے کر مشکل ۔میں ان کے مخصوص ہ میں اُن ملا تو وہ اس وقت فرش پر ا بستر کے اوپر لیسے ۔ا لیسے حالت میں ا ں نے ایک نار پیش کی۔میں اس وقت ان کے قریب ا ا ۔نار لیسے کے لیے قدر رپر کچھ جھکنا پڑا۔

ایک فو گرافر نے اس وقت کی 4یر لی۔ کو اس نے 4یر تو اس میں سنترہ تو نہیں البتہ یہ نظر آتا کہ میں گرو کے سامنے ا ں۔میں نے فو گرافر کہ اس 4یر کو آپ ضائع کر دیجیے۔ورنہ اگر ری زر صحافت'' نے اس کو پا لیا تو مزید رنگ آ .ی کر کے اس کو چھا گی کے نیچے لکھا ا گا ایک ن عالم ایک $و گرو کے آگے ا''۔(٦ مئی ۱۹۹۹ کو گرو کا انتقال گیا)۔

گرو مور جا کو نہیں مانتے۔حتیٰ کہ میں نے آ م کے مختلف حصوں کو یکھا تو

گرو کی کو 4یرنہیں ملی۔ رے آ م میں نہ کو مور ہےاور نہ کو 4یر۔

ے سا ا کا یہ ہے کہ میں ا &یت سچے اب یکھتا ں۔میں نے ایسی چیزوں کے بارہ میں وا اب یکھے کے کچھ م نہ ۔مگر کو م اکہ ا اب %ا واقعہ کے مطا ۔مثال کے رپرا سفروں کے بارہ میں ا میں پیشگی رپر اب یکھ لیا ں۔اور %ا اب کے مطا سفر پیش آتا ہے۔

۱۹۹۵ میں فلسطین کے سفر کے بارہ میں پیشگی رپر کچھ م نہ ۔مگر میں نے اب یکھا کہ میں ا ایک سا کے سا ا جہاز میں بیٹھا ا ں۔ کو%ویسا ا۔ا طرح ۲۸ فروری اور یکم مارچ کی رمیانی شب میں میں نے شانتی گری آ م میں اب یکھا کہ میں ہلی کے انٹر ائر رٹ میں ں اور ابتدا مرا ! گزر کر آ حری گیٹ کی طرف بڑھ رہا ں۔

میں نے بار بار ایسی کانفرنسوں میں کت کی ہے جہاں ساری کارروا انگریزی میں ہے۔ایسے مواقع پر زیا ہ تر میں ا یر کی رت میں کرتا اور جز رپر انگریزی میں م کرتا ۔شانتی گری آ م میں لوگ یا تو لم جانتے یا انگریزی۔اس لیے ں ری مدت میں انگریزی میں اور کرنا پڑا۔اس موقع پر پہلی بار ا اس استعدا کا بہ اکہ میں خدا کے انگریزی میں ل ں اور یر کر ں۔اس ذا بہ نے ے جذبہ میں ایک نیا صلہ اکر یا۔

ں کانفرنس کی و تعلیم یا $و بڑی .ا میں اکٹھا ۔ان بڑے پیمانہ پر انٹرا ا۔اندازہ اکہ لوگ کی غلط فہمیوں میں پڑے ۔مو5 کی ابتدا عمر فر ن کے محل میں گزری۔اس لیے مو5 کے بارے میں یہ لوگ کہ وہ ا نسل میں ا ۔ نے وں کے رمیان کام اس لیے اُ ں نے لیا کہ وہ نچلے میں ا ۔ ا طرح اسلام کو ا و مکہ ت کرنا پڑا اس لیے اُ ں نے لیا کہ

اسلام نے م اور نا کام حالت میں وفات پا ۔ضرورت ہے کہ اسلام کے بارے میں ہر کی ما بڑے پیانہ پر رکر کے پھیلا جائیں۔ا کے سا بڑے پیانہ پر اور کا انٹرا ۔ڈائیلاگ جائیں۔تعلیمی ا اروں میں ونوں گروہ کے لوگ بڑی .ا میں تعلیم حا کر ۔تاہم ف چھا کافی نہیں۔زندگی کی گر ں میں ونوں کی کت ضروری ہے۔

آ م میں ر / والے ایک صاحب جو ا ا ں نے بروکن انگریزی میں آپ ا ا ے تیجئے تا کہ میں اس کو ھو وں''۔میں نے پر ہا رکھتے :

Please wash my heart, that's more important. Clothes are washed by water. But the heart is washed by the tears.

وہ اس قع جواب کو کر خاموش گئے۔ان کی میں نہیں آیا کہ اس کے وہ ۔ایک صاحب جو وہاں موجو ا ں نے ے اس جواب کی وضاحت چھی۔میں نے کہ با کے میں (جا مگر وہ غائب کے میں ب ۔

غالب کا ایک شعر ہے:

اہے شہ کا مصاحب ے ہے اتراتا وگرنہ شہر میں غالب کی آبرو ہے

ا طرح کا شعر ہے:

کے ومذہب کی "رہے اُن نے تو یر میں بیٹھا کب کا ترک اسلام

یہ اشعار اگرچہ کے میں مگر وہ غائب کے میں ب ۔ا اسلوب کی روشنی میں ے مذکورہ کو جا ہے۔

یکم مارچ کو شام کے J 2 میں ڑی یر کے لیے گیا۔لوگ بڑی .ا میں اکٹھا ۔کچھ لوگ گا رہے اور کچھ لوگ مخصوص باجا جا رہے ۔گانا نا ے ذوق کے مطا نہیں۔مگر مصلحت کے اس کو گوارا جا ہے۔ ایک چیز ے ذا ر پر قابل برا شت نہ

۔وہ یہ کہ رے و 6ال میں ھواں پھیلا ا ۔پہلے ی میں نہیں آیا کہ یہ ھواں ہے۔مگر سیکڑوں ں کے باوجو ں کم اجالا ۔اس وقت س اکہ یہ (نہیں بلکہ موم بتیاں ۔موم ں کے ری فضا میں ھواں پھیلا ا ۔یہ ذوق بڑا ہے۔

م مذ ,ں میں ف اسلام ایسا مذہب ہے میں ہر چیز فطری ہے۔اسلام کی عبا ت گاہ، اسلام کی مجالس، اسلام کے ا عات، ہر ایک میں اسلام کا ر اا ل 0%فطرت کے اوپر قا ہے۔اگر چہ موجو ہ زمانہ میں ا رکے متاثر کر نوں نے اسلام کا بگاڑ یا ہے۔ اسلام کا فطری نقشہ آج شاید کسی ا ارہ میں نہیں ۔اگر عملی ا ر ہے تو نظری ا ر نہیں۔اور اگر نظری ا ر ہے تو عملی ا ر نہیں۔

گرو کے ہزاروں نہیں بلکہ لا ں معتقد ۔اس کا راز کم از کم ایک یہ ہے کہ لوگوں کو ان ما ی فائدے ۔ایک شخص نے گرو کہ میں اسکوٹر حریدنا چا ں۔ میں نے اس کا پیسہ کر لیا ہے۔گرو نے کہ اسکوٹر مت حریدو۔اس نے حرید لیا۔ ایکسیڈنٹ اا اور وہ مر گیا۔ایسا واقعہ ایک اور شخص کے سا ا۔اس نے کار کا پیسہ ۔اور گرو کے منع کرنے کے باوجو کار حرید لی۔وہ روڈ ایکسیڈنٹ میں مر گیا۔

لوگوں نے اس طرح کے قصے سنا ۔اس لوگوں کو یقین گیا کہ گرو کو خاص نظر (vision) حا ہے۔چنانچہ وہ جو کہہ اس پر لوگ آنکھ کر کے عمل کر ۔

شانتی گری آ م کے اس کو اٹینڈ کرنے کے لیے جو لوگ ہلی گئے ان میں وصاحبان ے سا ا جہاز میں ۔ گو نا /اور ایک خاتون ڈا ۔ ے سفر کا ا م شانتی گری آ م کی طرف گیا ۔مگر مذکورہ ونوں صاحبان ا حرچ پر وہاں گئے ۔یہ ونوں مڈل س کے لوگ ۔مگر ا ں نے ا جہاز سفر جب کہ فی کس ا جہاز کا ر 1ن ٹکٹ ۳۵ ہزار ۔وہاں کی 0ت میں ان کا کو نہ ۔میں نے چھا کہ آپ لوگ کس جذبہ کے ں آ ۔ا ں نے کہ گرو کے ر اور آشیروا کے لیے۔اس

طرح ہزاروں لوگ ف ر اور آشیروا کے لیے ور ور ں آ ۔

یہی مزاج نوں میں بڑے پیمانہ پر پایا جاتا ہے۔ وہ کچھ لوگوں کو بزرگ''

لیسے ۔اوران کے لیے سفر کر ۔فرق ف یہ ہے کہ ا ں نے ر اور آشیروا

کے اس کا نام زیارت اور برکت رکھ لیا ہے۔

۱۹۸۰ کے لگ زمانہ کی بات ہے۔ایک بزرگ مد ہلی آ ۔ ں کی ایک بڑی میں ان کا م ۔ ں سیکڑوں لوگ اکٹھا گئے۔ ام کے وہ کالج اور مدرسہ کے لوگ شامل ۔ کچھ لوگ مجھ کو وہاں لے گئے۔ میں نے یکھا کہ وہاں یر ر ہے مگر لا ڈاسپیکر اچھا نہ نے کی و رکی بات صاف سنا نہیں ے ر ہے۔ ایک صاحب &گڑھ آ ۔ان میں نے کہ ں ا 7 سارے لوگ ۔ایسے موقع پر اچھے لا ڈاسپیکر کا ا م کرنا چا - تا کہ لوگ رکی بات کو صحیح ر پر ۔ا ں نے ی بات کو ایک اہم بات کی طرح نظر انداز کر ۔ ہم ں یر سے کے لیے نہیں آ ۔ ہم تو ت کی زیارت کے لیے آ ''۔

یہ مزاج $و ں کے @! ہے، نوں کے لیے ا8 @! ہے۔کسی ت یا کسی گرو کی زیارت اور برکت کا کچھ تعلق مذہب نہیں اور نہ اس کسی شخص کو کچھ مل ہے۔ پانے کا تعلق م تر خدا ہے۔ یہ سمجھنا کہ خدا کا کسی بزرگ کے واسطے ہے ا ا ہے۔اس کی کو نہیں۔

یکم مارچ کی شام کو مغرب کی نماز کے تعلیم یا لوگ ی م گاہ پر اکٹھا گئے۔ ان کی فرمائش پر میں نے ا ذا زندگی کے بارے میں کچھ با ئیں۔ میں نے کہ میں ائشی ر پر فلسفی مزاج رکھتا ں۔ میں کسی بات کو ف اس وقت مانتا ں جب کہ وہ لائل و حقا ثابت جا ۔ میں نے مثالیں کہ میں سا کہ آ می اگر وقت تک نا نہ تو آ ں میں 2 آجا ہے اور غشی طاری

جا ہے۔اس بات کو جا کے باوجو میں نے اس کا بہ ۔

ایک بار جب میں ایک سفر پر تو و ن تک میں نے کچھ نہیں یا۔حالانکہ اس وقت ی جب میں کافی پیسے موجو ۔ و ن کے جب میں کافی%وری س کرنے#تو میں ایک ٹل کے اندر نے کے لیے ا گیا۔اس وقت ی آ ں میں اند اچھایا ا ۔چنانچہ میں ایک ایسی کر پر مٹھے# پر پہلے ایک شخص بیٹھا ا ۔ ی یہ حالت یکھ کر لوگوں نے کہ خدانخواستہ میں 9 ں۔میں نے کہ مذہب کے سا ا ملہ یہی ہے۔

انٹش ریر میں ایک خاندان میں ا ا۔گویا آبا مذہب اسلام ۔مگر جب میں شعور کو تو میں نے اسلام کو چھوڑ یا۔میں ملحد گیا۔اس کے برس تک میں سچا کی ش میں ا ھر ا ھر تا رہا۔ پڑھیں۔اس طرح بر ں کے ش و مطالعہ کے میں نے شعوری ر پر از نو اسلام ل ۔

غا ۱۹۴۹ میں میں نے اعظم گڑھ کی جامع میں ماسٹر عبدالحکیم انصاری کے سامنے 9 ٗشہا ت ا ا ۔وہاں اور ن موجو ۔جب میں نے$!. 7 ### :
$!. 7 - #' . [&: تو اختیار ی آ ں آنسو *رہے ۔اس طرح میں ایک نو ں۔اسلام ی ڈسکوری ہے۔

یہ ایک ۔لوگ حد کے سا اس کو رہے ۔اس سلسلہ میں میں نے کہ کچھ نا ان لوگ ے بارے میں کہ میں ا لا کا ایک آ می ں۔حتیٰ کہ لوگوں نے ے خلاف ے یا ہے۔مگر اس کی با لغویت کی حد تک ا ۔

یہ ہے کہ یہ ی کے خلاف ہے کہ میں ف مصلحت کے لیے یا کسی کو ش کرنے کے لیے کو بات 3ں یا کروں۔فطری ر پر ا یہ مزاج ہے کہ میں ف و بات ں جو اور ر پر رست نظر آ ۔حتیٰ کہ اگر ایک بات رست نظر آ تو میں ساری نیا کو

نظرانداز کرکے اس کا ا ن کروں گا۔ یہ ے # باہر ہے کہ کو بات ف اس لیے 3ں کہ لوگ ایسا چا) ۔اس سلسلہ میں میں نے عملی مثالیں ۔

میں نے کہ ۱۹۹۰ میں ایران کے ر آیت ا خمینی نے ن رشدی کے کا یا تو نیا کے م ن اس کی تائید کرنے لگے۔ اس وقت میں نے تنہا یہ ا ن کہ یہ غلط ہے۔ اسلام کی تعلیم کے مطا ، قلم کا جواب قلم ینا ہے۔ قلم کا جواب گولی ینا ایک اسلامی بات ہے۔ یہ اسلام کی تو 4 ہے کہ اس کی طرف ایسا نظریہ ب جا ۔

ا طرح انڈیا کے م $وکامن ل کوڈ کے حامی ۔مگر میں نے اس کے خلاف تفصیلی مقالہ لکھا اور اس کو کے اخبارات اور میگزین میں ایا۔ اس کو ب کی رت میں مختلف زبانوں میں ایا۔ ں میں اس مو ع پر یر '۔

ا طرح انڈیا کے م $A* سب کی حد تک)رژن کے خلاف ۔مگر میں نے $ومزاج کے خلاف)رژن کے پر اخباروں میں نات ۔ وی پر اس کے خلاف ۔ ں میں اس کے خلاف یر کی۔)رژن کی یت میں میں نے ایک تفصیلی مقالہ لکھا کو و ے میگزین کے وہ آرا ا کے انگریزی میگزین پر (Parajna) میں ایا۔ ملا (پر (Parajna) کا شمارہ اپریل۔ جون، ۱۹۹۹۔

میں نے کہ میں کسی یا لا کا تر ن نہیں۔ البتہ میں سچا کا تر ن ں۔ میں ا% مزاج کے مطا ، ہر بات کو لائل و حقا کی روشنی میں یکھتا ں۔ اس کا & یہ کرتا ں۔ ہرا ر اس کا لاگ جائزہ لیتا ں۔ اور جو بات نظر آ ہے اس کو اور ں۔ ا کے خلاف کسی کا حامی یا تر ن بننا ے نہیں۔

لا ایک حد سبز اور &رت قہ ہے۔ شانتی گری آ م میں لا کی م صیات موجو ۔ لا کی ا &ر کی پر جاتا ہے کہ لا خدا کا ا ہے:

Kerala is God's own country.

مگرسا * قہ نے کی و ں کی فضامیں ر بت(moisture) ہے۔اس کی و ں کے 3ل میں گویاایک کانٹا# اہے۔یہی موجو ہ نیا کی م اچھی چیزوں کا حال ہے۔ کامل آرام یا کامل کسی کواس نیامیں نہیں مل سکتی۔کامل ت ف آحرت میں ہے۔

۲ مارچ ۱۹۹۹ کوصبح چار # کا وقت ہے۔میں بستر ا کر یہ سطر لکھ رہا ں۔ ے چاروں طرف کامل سناٹا چھایا اہے۔ ہراس و نیا کے م لوگ ا بستروں پر رہے ۔ا 7 میں ور چڑیا کی آوازسنا ی۔میں نے چا کہ اس طرح ایک ن آ گا جب کہ زمین پر بسنے والے م انسان ا گھروں میں سکون کی سانس لے رہے ں گے کہ اچانک خدا کی آوازآ گی۔ مت کا زلزلہ ری نیا کو ے گا۔لوگ پکاراٹھیں گے۔یہ گیا، نجات کی کو رت ہے۔مگرجب مت آجا گی تووہ وبارہ واپس نہ سکے گی۔آج کے کش اس ن اپا عجز کی 4یر گے۔آج کااعتراف نہ کرنے والے اس ن
A
ا ن کے سا کااعتراف کر گے۔آج جولوگ و وں کا ا ب لیے کے J %
اس ن انہیں ا ا ب کے ااور کچھ یا نہ گا۔اس ن ہر آ می مان رہا گا،مگر اب ما کا فائدہ۔

۲۸ فروری کی شام کوآ م میں نوجوانوں ملاقات ۔ان میں ایک محی الد خاں ۔وہ ٹر نڈرم کے ایک اسکول میں استا ۔ا ں نے ی ب خاتون اسلام انگریزی میں پڑھی ہے۔ا ں نے ا رف کرا کہ میں NM- 6'
ں۔میں نے چھا کہ ویت نین کے کے آپ مارکس کے نظریہ پریقین رکھتے ۔ا ں نے کہ ہاں۔ ویت نین میں چیز کا خا : اہے وہ مارکسی آ 5 یا لو نہیں ہے بلکہ رو نسٹ پار کی غلط پالیسیاں ۔میں نے کہ مگرایک بات با وا ہے۔وہ یہ کہ مارکس نے تاریخی ناگزیریت کا نظریہ پیش ۔اس نے لکھا کہ تار کے ناگزیر عمل کے میں ایسا گا کہ مایہ ارانہ نظام ٹ جا گا اوراس کی اشترا کی نظام قا گا۔یہ

سب ناگزیر تاریخی قانون کے گا۔ایسی حالت میں نسٹ کے مایہ ارانہ نظام کو چا - ۔مگر بر رپر اشترا کی نظام ٹ گیا۔ یہ واقعہ مارکس کے نظریہ کو غلط ثابت کررہا ہے۔ا ں نے اس کا کو جواب نہیں یا۔ا ں نے کہ ذرا ں پروگرام میں جانا ہے۔اس کے وہ ا سا ں کے اہ + گئے۔وہ ار ونہیں جانتے ۔یہ انگریزی زبان میں ۔

عام رپر لوگوں کا حال یہ ہے کہ وہ ا ب شخصیتوں کو غلط نہ ما کے لیے ل جا کہ اس طرح وہ شخصیتوں برتر ایک چیز— قانون فطرت کا انکار کررہے ۔یہی حال موجو ہ زمانہ کے کے پرستاروں کا ہے۔ان کے نظریات مکمل رپر ! گئے۔ ریلوے انجن پر کرنے کے باوجو ٹر کا ا سا سمت پر ر '۔مگر ان شخصیتوں کے پرستار مختلف کی ا توجیہیں کر کے کو کر کہ ان کی ب بدستور ظر رہے۔

ں بڑی .ا میں لوگوں ملاقات ۔ان میں زیا ہ تر $و ۔تاہم ان میں ن قابل ظ .ا میں ۔ہر کے میں نے س کہ لوگ عام رپر ذ , میں ۔اس کی ک و یہ ہے کہ ہر ایک نے کسی نظریہ یا کسی کو نوجوانی میں ا یا۔ وہ اس پر $ گیا۔اب وہ نظر ثانی کے لیے رنہیں۔اس طرح ہر ایک یہ یقین ہے کہ اا ب رست ‘‘ مگر یہی یقین ہر ایک کے لیے زیا ہ بہتر سچا کو پانے میں رکاوٹ گیا۔

ایک نوجوان ار سکھبیر ملاقات ۔وہ راجستھان کے ر /والے ۔ا ں نے کہ "ازم اسلام کے زیا ہ نز یک ہے۔ ں کہ یہ کسی ی تا،و ہ کی جانہیں کر ۔ یہ کسی و ے کے آگے نہیں ۔یہ ونوں ا ھارمک گرنتھ قرآن اور گرو گرنتھ صاحب کے کے مطا کام کر ۔ " ھرم کے گرنتھ (گرو گرنتھ صاحب) میں ف ھارمک

پر یچرس، مہاپر ں اور فی ں ($ داور) کے قول ۔ یہ ونوں ھرم انسانیت

کے بارے میں بات کر ۔ "گرو ں کے شاگر وں میں $ داور ونوں ۔ ں کے

سب تر ھارمک استھان امرتسر کے ہرO ر صاحب کا سنگ بنیا ایک (میاں)

نے ر ۔

ایک صاحب جاپان آ ۔ ان کا نام آنند کے & ری ۔ ان میں نے کہ

جاپانی لوگ ائشی ر پرا پچول ۔ ا ں نے کہ موجو ہ نسل ایسی نہیں ہے۔ اب

امر ی 6 نسل میں پھیل رہا ہے۔ ا ں نے کہ جاپان ا ترقی کی 1 (peak) پر

کے اب نیچے جا رہا ہے، روحانی اور ا ی ہرا ر ۔ لوگ مقصدیت کا احساس

جا رہے ۔ جاپان کی 6 نسل ا آئڈ ہے۔

لا میں ما کا سب یہ ہے کہ ں کی زمین کا ایک ; گھنے جنگلوں ڈ ا

ہے۔ ہر طرف سبزہ کی ت ہے، اس نے ں کی فضا کو مر ب یا ہے۔

لا کے لوگ (اور ا طرح رے جنو $ کے لوگ) حد پسند ۔ ان

کے میں شامل ہے۔ ں کے گھر اور راستے حد صاف ۔ آپ اگر اچانک کسی گھر

یا کسی بستی میں جائیں تو آپ اس کو ہمیشہ صاف ا پائیں گے۔ وہ گھروں کے اندر جوتا پہننا پسند نہیں

کر ۔ چنانچہ گھر میں ا نے پہلے جوتا اتار یا جاتا ہے۔ میں نے ں کی ایک میں

اس کا ذکر کر اسلام کی یہ حدیث سنا # I& $ # - 7 ۔ اس کا ترجمہ

میں نے اس طرح :

Cleanliness is a part of religion.

لوگ اس حدیث کو کر ش ۔ ان کے # ے ایسا س ا وہ ش

رہے ں کہ خدا ان کی تائید کر رہا ہے۔

ں ف ایک چیز ے ذوق کے خلاف ۔ وہ فضا میں ر پر 7 (moisture)

ہے۔گھروں میں عام ر پر کارپٹ نہیں ۔چکنا فرش تا ہے۔ لا کے لوگوں میں کچھ چیز
ائشی ر پر ۔ایسا س تا ہے کہ وہ لوگ ا تک ا پر ۔ایک بار میں نے و
آ ں کو +کر یکھا۔ ے سا اس کو یکھ کر 8 رہے ۔میں نے سب
چھا تو ا ں نے کہ ڑاا ر ۔چنانچہ کچھ یر کے ا آپ ان کی +ختم گئی۔
+ کے باوجو کسی نے و ے کے خلاف ہا نہیں ا یا۔کچھ یر کے ونوں آ می نارمل گئے
اور ونوں ا ا راستہ پر آگے بڑھ گئے۔ ہلی میں ایسا تو ونوں آ می ایک و ے کے خلاف
:P* ا جائیں گے۔مگر ں ونوں اس طرح نارمل انداز + گئے کہ ان کے
رمیان کچھ نہیں ا ۔

ں کے ٹیکسی ڈرا راور اسکوٹر ڈرا ر کی طرح کام کر ۔وہ مسافر کو نہ ستا
اور نہ زیا ہ کرایہ لیتے ۔ایک بار کچھ لوگوں نے ایک اسکوٹر ڈرا رکو پکڑا۔وہ مسافر کو پریشان
کررہا اور اس زیا ہ رقم لینا چا ۔وہ اس کو لا میں لے آیا۔اس نے ا ایک اسکوٹر پر
یا اور کہ اس کو لے کر ں چھوڑ ینا۔وہ اسکوٹر والا اس کو لے گیا۔ مقام پر کر
رنرخ کے مطا ،اس کرایہ لے کر اس کو اتار یا۔اس کے مذکورہ اسکوٹر ڈرا رکو یہ فرق
یکھ کر سخت مندگی ۔وہ با بدل گیا۔

لا کے مر وں اور رتوں کو یکھئے تو ایسا م تا ہے کہ وہ براہ راست فطرت کے
کارخانے نکل کر +آرہے ۔معصو 9، یانت اری،اطاعت شعاری،نرم ری،توا ،
فرض شنا ،ا کام کام رکھنا، +و$ار کے بغیر بات کو مان لینا۔اس کی ت گویا ان کی
کا جزء ۔وہ ری طرح خدا کی فطرت پر قا ۔ خیال آتا ہے کہ آخرت
میں خدا کی ر کو پانے کے لیے غا و ر ں گے۔ایک اخلاقی اور و ے عی۔اخلاقی
ر ائشی فطرت کے %d ہے اور عی رو ا کے %d۔جو لوگ خدا کی ی فطرت پر
قا ں،جو م %d م ا انحراف نہ کر وہ خدا کے با غی ے ۔اور جو لوگ

و ا کے ذریعہ ملی ہدایت پر اخلاص کے سا قا ں وہ خدا کے مخصوص ے ۔ ر بدر غا ونوں خدا کی ر کے قرار پائیں گے۔

تاہم شمالی $ کے لوگوں کا ملہ اس با مختلف ہے۔ ں ان لوگوں کے مزاج کو ایک لفظ میں ں کرنا تو غا وہ کشی گا۔ ان کے اندر کشی اور انانیت (arrogance) ا8 زیا ہ ہے کہ ان کو یکھ کر خیال آتا ہے کہ اس کے لوگ تو شاید اخلاقی ر پر قا& ر قرار پا جائیں اور ی رکوان کے اوپرا ل کرنے کی نوبت نہ آ ۔ ونوں گرو ں کے فرق کو اس نیا میں یکھا جا ہے۔ پہلی کے لوگوں کو یکھئے تو ان کے #ے پر ایک معصومانہ حسن گا اور و ی کے لوگوں کو یکھئے تو ان کے #ے پر ایک مغرورانہ بد ر ے گی۔

ذا ر پر ایسے لوگوں سخت وحشت ہے کے م میں مغرورانہ انداز پایا جاتا ۔ اس کے بر لوگوں کے م میں تو ا اور سا گی کا انداز ان بات کرنا ے ہمیشہ کا باعث تا ہے، اہ وہ غریب اور جاہل ں نہ ں۔ شمالی $ کی کوں پر ا میں نے کار اور ٹرک کو ک کے رے ا - پڑا ا یکھا ہے۔ روڈ ایکسیڈنٹ وہاں روزانہ کی ایک بات ہے۔ مگر لا کی کوں پر شاید ایسا ۔ ں کے لوگوں میں ڈسپلن ہے۔ وہ قانون شکنی ۔ وہ و وں کی رعایت کر ۔ وہ و وں کو راستہ کے لیے ہٹ جا ۔ یہی و ہے کہ الیکشن کے زمانہ میں ں وہ توڑ 3ڑ اور ے نہیں جو شمالی $ میں الیکشن کے زمانے میں یکھے جا ۔ الیکشن کے موقع پر $و، ، ا ر پر کسی نما ے کے میں ووٹ ۔ حال میں الا اور آ ا ا کے کچھ رش پسند نوجوانوں نے ں کے امن کو توڑنے کی کو کی مگر سماج کا ون نہ کی و وہ کامیاب نہ سکے۔

لا کی ریاست خلیل ان کے اس مقولہ کی ایک عملی مثال ہے کہ رخت کی اجازت کے بغیر اس کا ایک پتہ زمین پر نہیں گرتا:

Not a single leave falls down without the silent consent of the tree.

لا کے امن پسند سماج نے رش پسند نوجوانوں کی یت نہ کی اس وہ رہ کی طرح

>کررہ گئے۔ و ے مقام پر جہاں رش پسند نوجوان پھیلانے میں کامیاب اس کا

سبب یہی کہ وہاں کے سماج ان کو یت ملی۔

اس یہ م تا ہے کہ و ہے کہ کچھ لوگوں کے غلط فعل پر سب لوگوں پر عذاب آتا ہے۔ اس کی و یہ ہے کہ کچھ لوگ اگر ا غلط فعل کے براہ راست ذمہ ار تو بقیہ لوگ اس کے بالوا &ذمہ ار۔ رش ز ہ مقام پر جب وہاں کا حاکم جوا کارروا کرتا ہے تو وہاں کے لکھنے اور لنے والے ا ع کر کہ حکمراں گناہ لوگوں کوا .کا نشانہ رہا ہے۔ مگر یہ قانون فطرت کے مطا ہے۔ یہ را اس بات کی ا ہے کہ وہاں کے ام نے بالوا & انداز میں ان رش پسندوں کا سا یا۔

ں ایک ار ملاقات ۔ا ں نے اس کے مقامات کا نام لے کر کہ یکھئے، مغرب میں قا شدہ انسانی ق کی ں نے ان کی مذمت کی ہے۔ میں نے کہ جو لوگ مغرب کی ان ر ر ں کو لے کر یر کر وہ باتوں کو گہرا کے سا نہیں ۔ مغرب میں قا شدہ انسانی ق کے ا ارے را مغر 'یب کی برتری ثابت کرنے کے ا ارے ۔ چا -کہ ہم پسندی کام لیں اور ایسے وا ت کو مغرب کی عینک یکھنے کے قانون فطرت کی روشنی میں یکھیں۔

ایک $و جوارنا کولم ں آ ۔ ۲ مارچ کی صبح کو واپس جا وہ لوگ مجھ آحری ملاقات کے لیے ی م گاہ پر آ ۔ وہ بذریعہ کار واپس جا رہے ۔ آحری ملاقات میں میں نے کچھ آ . با ۔ ان میں ایک یہ کہ خدا کی مہربانی کے سا واپس جا (With the grace of God)۔ا ں نے اس کو ہرا : خدا کی مہربانی ، گرو کی مہربانی ۔

یہ $و ہ کا خاص جزء ہے۔ وہ ا ہ کے خدا اور گرو میں فرق نہیں کر ۔ وہ

گروکواس طرح مانتے کہ و ان کا خدا ۔ بدقسمتی برصغیر $ کے نوں میں یہی

ہ بدلے ا ظ کے سا آ گیا ہے۔ یہ لوگ ا وضہ اکابر یا بزرگوں کو بڑا

کا و ر جو خدا کا ر ہے: 5& + M#: ۔ان نوں

میں یہ موحدانہ جذبہ ا = گہرا کے سا ایت ہے کہ اس کی اصلاح کرنا تو ر ر

اس کے خلاف لنے کی ہمت کو نہیں کر پاتا۔ ف سلفی لوگ اس کے خلاف کچھ !

۔مگر سلفی لوگوں میں سب بڑی یہ ہے کہ ان میں اعیانہ نہیں، ان کے مزاج میں

منا انہ & تا ہے۔

اس موحدانہ مزاج کی اصلاح میں وہ کامیاب نہ سکے۔ سلفی ءعام رپر اس امی

مزاج مصالحت ،شاید اس کہ اگر وہ اس کے خلاف لیں تو امی نما گی کا

اسٹیج ان چھن جا گا۔اس خامو کے شاید یہ ف ا ہے کہ یہ لوگ اگر اس

موحدانہ روش کے خلاف لیں تو وہ ام کٹ جائیں گے اور ان کو وہ فائدے نہ مل گے

جو ام کا نما ہ (با ظ یگر کا نما ہ) جانے کی پر انہیں حا رہے ۔

اس کا بہ ذا رپر ا۔ ے را مجھ یہ رہے کہ ں بات

نہ SRQ ،ورنہ آپ ام کٹ جائیں گے۔

اس ملہ میں عت اسلامی کے لوگوں نے زبرست شیاری کا ت یا ہے۔کو

ڈبل ا رڈ تا ہے، یہ لوگ ا رڈ ۔ا پچر کے ا ر وہ ایک ا لی عت

ہے۔مگر وہ نوں کے ہر اس اسٹیج پر جا کر بیٹھ جا جو نام & ملی ا زپر سجایا گیا ۔ان کا نام

& پر اس کی ہر ملی گرمی کو ا کالم میں ہے۔اس طرح وہ ام نہ کا

زبرست ا م کر رہے ۔مگر شاید انہیں یہ م نہیں کہ و کی اس اری میں ونوں

کو ینا ہے۔ ا رڈ کی یہ پا لنکہ محض ظاہری اس لیے وہ ام میں مقبو

نہ پا سکے اور ا ا ل پسندی کو تو وہ پہلے ۔اس طرح ان کی زیشن نہ خدا ملانہ

وصال صنم'' گئی۔ موجو ہ عت اسلامی ف ا ا 6"302" کی بنیا پر قا ہے، نہ کہ T43A
ا ا لی موقف کی پر۔

شانتی گری آ م کا ر ایک ا زیا ہ ہے۔ ں ایک ہزار آ می ر) ۔ یہ لوگ ں کے مختلف ں میں کام کر ۔ اسسال، اسکول گارڈن، ایگری ل فارم، واسازی، و ہ۔ ان لوگوں کی کو اہ رنہیں۔ مگر ہر ایک& یت ش ہے۔ میں نے کچھ لوگوں چھا کہ آپ کا ماہانہ حرچ کس طرح ہے۔ سب کا ایک جواب ۔ گرو کے آ شیر وا ، سب اچھی طرح جا تا ہے۔

۲ مارچ کو آ م کا اسسال یکھا۔ ں آ رویدک ا ل پر ج تا ہے۔ ایک آ می ۷۴ سال کی عمر کا ۔ وہ رکا شہری ہے۔ اس کا نام رام ہے۔ اس پر فالج کا گیا، وہ نہیں ۔ ں کے وماہ کے ج کے اب وہ ہے۔ اس کو امید ہے کہ وہ رو اپس جا کر نارمل زندگی گزارے گا۔ راسسال میں ایک ماہ ج کے ۱۰ ہزار ڈالر حرچ کرنے کے باوجو اس کو کو فائدہ نہیں ا ۔ ں ستے ج میں اس کو فائدہ گیا۔

۲ مارچ کو میں آ م میں شام کو ! رہا ۔ ایک صاحب آ اور ا م ۔ ا ں نے ا نام ا سلیمان یا۔ میں نے چھا کہ آپ مجھ کو جانتے ۔ ا ں نے ۔ ں لوگ آپ کو جانتے ۔ اس زمانہ میں نی کیشن کی ترقی نے فرق اکر یا ہے۔

یکم مارچ کو لی کا ن ۔ اخبار م اکہ فاروق عبدا نے لی ۔ مگر آ م کے رے قے میں زندگی با نارمل ۔ ں لی کا کو نشان نہ ۔ شانتی گری آ م کے گرو $و ھرم پر کر ۔ وہ $و شخصیتوں، کر اور رام و ہ کا نام لے کر ان پر کر ۔ اس کے باوجو ہزاروں $و ان کے زبر ست معتقد ۔ $و ازم وغریب مذہب ہے۔

گرو کے کا خلاصہ یہ ہے: فلکیا نظام اور انسان کے مل (interaction) شخصیتیں می ۔رام کر اور 3, و ہ چھٹے آسمان تک ۔محمد نبی ساتو آسمان تک ۔مگر اس کے ف "ماہ وہ مر گئے۔اس وہ آگے نہ جا سکے، و ہ۔ میں نے چھا کہ ان باتوں کا ماخذ ہے۔ یا گیا کہ ان باتوں کا ماخذ کو ب نہیں ہے بلکہ روحانی فقیر ان کو Vl :یشن (inspiration) کے ذریعہ م کر ۔ محمد نبی آگے نہ بڑھ سکے‘‘ یہ سب speculation ہے۔اس کی تاریخی یا سائنٹفک بنیا نہیں ہے۔

)ں نے ا طرح س کے ذریعہ بنیا با (۔گرو کا ہے کہ آ آسمان کے اوپر اور آسمان ۔میں نے ال کہ گرو ا بارے میں ۔ان کے ایک شاگر (disciple) نے جواب یا کہ گرو کو خدا نے کچھ یا ہے۔ ا ں نے اس کو لوگوں کو یا۔گرو کا ہے کہ انسانی نیا اور فلکیا نیا ایک و ے پر ۔ ونوں ایک و ے پر اثر انداز ۔

آ م وا میں ہم لوگ ڈا گو نا کے مکان میں ڑی یر کے ے۔اس وقت ی آ ں آنسو جاری ۔ لوگ وہاں موجو ۔لوگ چا) کہ میں کچھ 3ں۔مگر میں جذبات ا8 زیا ہ ب کہ میں کچھ نہ ل سکا۔ میں چ رہا کہ موجو ہ زمانہ ا8 زیا ہ مختلف زمانہ ہے کہ آج شاید ایک شخص ف ’مہدی‘‘ ہے وہ ہا ی‘‘ نہیں ۔ ے ل میں انسانیت کی تڑپ فان کر برپا ۔مگر میں نہیں آتا کہ آج کے انسان کو کس طرح خدا ملایا جا ۔آج کے انسان کو کس طرح خدا کا پیغام یا جا ۔

موجو ہ زمانہ میں تو ، ن سچا آخری حد تک ور ۔ہر آ می ما یات میں گم ہے۔ربانیات کی نہ کسی کو معرفت ہے اور نہ کسی کو سے کی فرصت۔

ڈا گو نا نے ا گھر میں ایک . پر طرح طرح کے نے کی چیز اور وب رکھے مگر میں نہ سکا اور نہ کچھ سکا۔ ی آ ں آنسو *رہا ۔میں چ رہا کہ

کاش ے پاس طاقت اور میں انسانوں کے ا ع میں ا کرامریکی سائنس اں کی طرح مائک لساۃاو کر کہ:

Stop everything, I want to inform you the law of universe.

وہ لوگ ں گے جو ہا ی سے کے یدار ں حالانکہ وہ مہدی نہ ں۔ جو % ں حالانکہ وہ 93 نہ ں۔ جوا کو پانے والے کے روپ میں ظاہر کر ں حالانکہ وہ ڈھونڈنے والے نہ ں۔ جو خدا کو جا کے یدار ں حالانکہ ا ں نے ا آپ کو نہ جانا ۔

آ م ٹر نڈرم ائر رٹ آ ایک صاحب نے : ں نظام اچھا ہے۔

Here the traffic is well-disciplined.

ہلی با مختلف، جہاں کی کوں پر یہ س تا ہے گویا ں ٹر کا کو قانون نہیں۔

راستہ میں کاجو کے باغات ۔ لا میں نقدی ا س (cash corps) ت ۔ یہ قدر ا ر ایک ولت مند ریاست ہے۔ مگر اس کی بڑی صنعتیں ں کم ۔

۲ مارچ کی سہ ,کو آ م کرٹر نڈرم ائر رٹ ۔ ی ا ر ایک لی کا ائر رٹ نظر آیا۔ $ستان ایک ولت مند ہے۔ مگر اس کی ولت چند خاندانوں میں ہے۔ نام& شلسٹ نظام نے ولت کے اس میں ف اضافہ ہے۔ ہے

یہ واقعہ۔ جان ما / (John Mathan) شانتی گری آ م میں اول آ خر تک ے سا رہے۔ وہ ے مدگار مگران میں نے کچھ ۔

ایک صاحب جو اس موقع پر ں آ اور اب واپس جا رہے ، ان میں نے چھا کہ ا 7 لوگ جو ں آ ان کا ک سب ہے۔ ا ں نے frustration۔

ایک صاحب نے یا کہ مجھ پر ار ۔وہ اس مقصد کے لیے ں آ ۔وہ آ می جرمنی میں ۔اس کا) جرمنی آیا، اس کے اوپر ار ۔) وہاں آیا اور گرو ۔گرو نے یہیں #ن کر کے کو : یا۔

اخیال ہے کہ $وگرو اور ن بزرگ ونوں کے ں جو ہے اُس کا سب ک رپر برکت'' کا پرا ار 4رہے۔لوگ کہ بزرگ یا گرو کی برکت ا ں ! جا گا۔ لوگ کہ ان کا ! گیا۔ ایسا واقعہ ہمیشہ ا>تی تا ہے۔یعنی ایک نے والے واقعہ کو غلط رپر کسی گرو یا بزرگ ب کر ینا۔ یہ %و چیز ہے کو سائنس میں لا آف چانس جاتا ہے۔

ٹر نڈرم انڈ ائرلائنز کی ئٹ کے ذریعہ ٹر نڈرم بمبئی کے ساڑھے چار #روا ۔جہاز جب کر فضا میں اڑنے #تو ایک خیال آیا۔ جہاز زمین پر ا تو وہ ارہ ہے۔مگر جب اڑ رہا تو اس کو حرکت میں اڑ ر ' ہے۔ وہ سفر کے ورا J مقا J کر ۔یہ زمی سفر اور فضا سفر کے رمیان فرق کا ملہ ہے۔

یہی ملہ زندگی کے سفر کا ہے۔زندگی کے سفر میں آپ نہیں سکے۔اگر ے تو اس کے جو چیز آپ کے میں آ گی وہ سفر کو نا گا، نہ کہ سفر کا جاری ر '۔